



اشاعت کا
49 داں سال

Monthly AWAMI JAMHURIAT

عوامی جمہوریت

2017

اکتوبر/نومبر

ماہنامہ

انقلاب نمبر



سویت سوشنلیٹ انقلاب کے سو سال 1917-2017



بنیادی سماجی تبدیلی کے لئے انقلابی پارٹی کی تعمیر ایک بنیادی ضرورت

طلوع اشتراکپیش

مزدوروں کے بگڑے تیور دیکھ کے سلطان کاپ رہے ہیں
سینوں میں طوفان کا طالم، آنکھوں میں محل کے شرارے
مظلوموں کے باغی لشکر میل صفت اٹھے آتے ہیں
ذاتی جاگیروں کے حق اور نہیں دعوے ختم ہوئے ہیں
والپیں ماگ رہی ہے دنیا غصب شدہ حق انسانوں کے
صدیوں کی خاموش زبانیں سحر نوائی ماگ رہی ہیں
دنیا کے انیائے گور میں حق کی پہلی گونج اٹھی ہے
ایک لپتی آندھی بن کر ، ایک ہمہمتا شعلہ ہو کر
دہکانوں کے دل نگلے ہیں اپنی گبڑی آپ بنے
ابھرے جذبے دب نہ سکیں گے، اکھڑے پرمجم جنم نہ سکیں گے
چند کراتے کے شکلوں سے میل بے پایاں اب نہ رکے گا
بھاگ رہے ہیں ظل الہی منہ اترے ہیں خداروں کے
ختم ہوئی افراد کی شاہی ، اب جہود کی سالاری ہے

جشن پا ہے کیاوں میں اوپے ایواں کاپ رہے ہیں
جائے ہیں افلاس کے مارے اٹھے ہیں بے بُل دکھیارے
چوک چوک پر گلی گلی میں سرخ پھر یہے لہراتے ہیں
شاہی درباروں کے در سے فوجی پھرے ختم ہوئے ہیں
شور چا ہے بازاروں میں ٹوٹ گئے درزندانوں کے
رسوا بازاری خاتونیں حق نمائی ماگ رہی ہیں
روندی کچلی آدازوں کے شور سے دھرتی گونج اٹھی ہے
جمع ہوئے ہیں چوراہوں پر آکر بھوکے اور گدادر
کانڈھوں پر سکین ک DALیں ، ہونٹوں پر بیاک ترانے
آج پرانی تدبیروں سے آگ کے شعلے ختم نہ سکیں گے
راج محل کے دربانوں سے یہ سرخ طوفان اب نہ رکے گا
کاپ رہے ہیں ظالم سلطان ، ٹوٹ گئے دل جباروں کے
ایک نیا سورج چکا ہے ، ایک انوکھی ضوباری ہے



عوامی و رکرڈ پارٹی ضلع بادھ کے زیر اہتمام نیم شاکر سوویت سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سالگرہ کی مناسبت سے گجرانوالہ میں منعقدہ تقریب اور غلام حسین لغاری کے اعزاز میں تعزیتی ریفلنس



عوامی و رکرڈ پارٹی سانگھٹر کے زیر اہتمام پورہیت سنگت کمیٹی کا اجلاس



سوویت سو شلسٹ انقلاب کے خاتمی کی زندگی پر اثرات کے موضوع پر لا ہور میں تقریب کا انعقاد



کراچی میں صد سالہ تقریب کے موقع پر کیک کاٹا گیا



سوویت سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سالگرہ کی مناسبت سے سانگھٹر میں منعقدہ تقریب



مزدور کسان پارٹی کے ایک وفد کا عوامی و رکرڈ پارٹی کے مرکزی سیکریٹریٹ کراچی کا دورہ



سوویت سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سا لگرہ کی مناسبت سے کراچی میں منعقدہ تقریب



سوویت سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سا لگرہ کی مناسبت سے حیدر آباد میں منعقدہ تقریب



سوویت سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سا لگرہ کی مناسبت سے فیصل آباد میں منعقدہ تقریب



سوویت سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سا لگرہ کی مناسبت سے اسلام آباد میں منعقدہ تقریب



سوویت سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سا لگرہ کی مناسبت سے برطانیہ میں منعقدہ تقریب

اکتوبر/نومبر 2017

شمارہ نمبر-08

جلد نمبر 13

قیمت 30 روپے

اداریہ

اکتوبر انقلاب اور ہماری جدوجہد

اشتمالی منشور کے شروع میں کارل مارکس اور اینگلز نے لکھا تھا کہ ”ایک آسیب یورپ پر منڈلائے پھر رہا ہے کیونکہ زم کا آسیب، اس کو دفع کرنے کے لئے پرانے یورپ کی تمام طاقتیں ایک مقدس اتحاد میں جمع ہو گئیں ہیں“ اور یہ جملہ اگئی سرمائے پر اس بحث کا نتیجہ تھا کہ اسکے بقول ”بورژوازی نے پولٹاریہ کے ساتھ ہر اس پیشے سے اس کا نورانی ہال چھین لیا ہے جس کی اب تک تنظیم کی جاتی ہے اور جسے احترام آیمز مرغوبیت سے دیکھا جاتا ہے، اس نے طبیب کو، وکیل کو، پادری کو، اور ہر صاحب علم کو اپنے تخواہ دار اجرتی مزدوروں میں تبدیل کر دیا ہے۔ بورژوازی خاندان پر سے اس کا جذباتی الہادہ بچاڑ کر پھینک دیا ہے اور خاندان کے رشتے کو محض پیسے کارہشنا بنا کر کھو دیا ہے، اس لئے انہوں نے کہا کہ سرمائے کی ترقی نے اپنے بیٹھاگور کن بھی پیدا کر دئے ہیں اور ترقی یافتہ سرمایہ دار انسان میں انقلاب کی پیش گوئی کی پھر 1848 سے اگلے 25 برسوں میں جرمنی، فرانس، اٹلی، اور پورے یورپ میں بے پناہ انقلابی جہتیں ہوئیں اور یہیں کمیون کی ناکامی کے بعد انہوں نے 1872ء میں منشور کے جرمن ایڈیشن کے دیپاپے میں کہا کہ منشور کے اصول آج بھی اسی طرح سے درست ہیں مگر ان کا عملی اطلاق ہر جگہ اور ہر زمانے میں ان تاریخی و سماجی حالات پر منحصر ہوگا، لہذا منشور کے دوسرا باب میں جو انقلابی اقدامات اور عملی پروگرام تجویز کئے گئے ہیں وہ اگر آج لکھنے تو مختلف ہوتا، پھر انہوں نے منشور کے 1882 کے روپی ایڈیشن اور اینگلز نے 1890 اور 1892 کے ایڈیشنز کے دیپاچوں میں کئی جگل پر روس کے اندر سرمایہ دار انتہائی ترقی اور انقلابی صورتحال کا ذکر کیا ہے۔ مارکس اور اینگلز کی ان ہی تحریروں اور یورپ میں انقلابی جدوجہد کے تجربات کا نتیجہ تھا کہ یعنی کی قیادت میں روس کی باشویک پارٹی نے اپنے سیاسی و سماجی حالات کے مطابق اپنی تنظیم اور انقلابی حکمت عملی کو ترتیب دیا اور اگر باشوشک پارٹی مزدوروں، کسانوں، خوتین، افواج اور سماج کے مختلف حصوں اور پرتوں میں مظبوط اور منتظم نہ ہوتی تو 1917 کا انقلاب برپا نہ کر سکتی، لہذا یعنی اور باشوشک پارٹی نے سوویت یونین جو باقی ماندہ یورپ پر صفتی طور پر پسمندہ اور نیم جا گیر دار انسان میں تھا سو شلست انقلاب برپا کر کے داس کی پیٹ میں ایک باب کا اضافہ کیا ہے۔ اکتوبر انقلاب دنیا میں ایک ایسا نیا تنظیم واقع ہے جس نے سرمایہ داروں کے خلاف مخت کشوں کے راج کو ہتھیتا ثابت کیا، سو شلزم کی نیادیں رکھیں، سماجی ارتقاء اور سماجی سائنس کے نئے قوانین مرتب کئے، سوویت آئین کے وباں بننے والی تمام قویتوں کے حق خود ارادی، بیشول حق علیحدگی کو تعلیم کرتے ہوئے قوموں کی برابری قائم کی اور عملی طور پر سوویت عوام کی زندگی کے بنیادی حق، یعنی تعلیم، روزگار، علاج معالجے اور ہر بے کی چھپت کو عملی طور پر مہیا کیا۔ خواتین کو سماج میں معاشری و سماجی برادری و ترقی کے حقوق دیئے اور سوویت کمیونٹ پارٹی نے آئین کے تحت میں الاقوامی طور پر قوی آزادی اور سو شلست تحریکات کی حمایت اور عملی مدد کو شعوری طور پر قبول کیا، سوویت انقلاب ہی کا نتیجہ تھا کہ ایشیاء، افریقہ، اور لاطینی امریکا کے بے شمار ممالک نے نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کی اور ایک نئی دنیا تعمیر ہونے لگی، چین، یکبا، ویتنام، شمالی کوریا کے انقلابات سوویت یونین ہی کی مدد کا نتیجہ ہیں۔ کامریلینین کے بعد کامریٹ اسلامن ہی کی قیادت اور سو شلزم کی طاقت تھی جس نے دوسری جنگ عظیم میں

ایڈیٹر

اختر حسین

مجلس ادارت

عبد حسن منٹو

مسلم شیم، صباء الدین صباء، تو قیر چفتائی

عادل شکیل فاروقی

منیجنگ ایڈیٹر

اے آر عارف

سرکولیشن منیجرز

اشتیاق عظیمی

اس شمارے میں

اداریہ

اکتوبر انقلاب ہماری جدوجہد

انقلاب اکتوبر کے سوال

اکتوبر انقلاب یہوں سمدی کے

آخریں رواں انقلاب اسباب و وجوہات

اکسویں صدی اور سو شلزم

سوویت یونین کے انہدام کے بعد

سو شلزم پچھل سانہن کیوں؟

سرخ چین کی کرقائم ہے

عورت انقلاب سے پہلے اور بعد

ہمناز جن

باشویک انقلاب ناکی کے چند اسباب

مفت اخضور

ما جویات اور سو شلزم

طبعی سید

اک نظر

پیچنے کیونک پارٹی 19 ویں کا گلریں

صبح الدین صبا

3

5

8

14

17

21

24

27

28

30

لاہور آفس: 5- میکلوڈ روڈ، لاہور، پاکستان

فون: 042-37353309-37357091

فیکس: 94-42-36361531

کراچی آفس: 204-201، بیو راما سینٹر نمبر 1، فاطمہ

جنح روڈ، صدر کراچی

Email:awami.jamhuriat@gmail.com

نام سے آزادانہ تنظیم کے تحت دوسری قوتوں سے اتحاد یا تحدید مجاز بنانے کی بجائے اپنے کو (زیر زمین رکھتے ہوئے) کیش الطباقی پارٹی میں تنظیمی طور پر کر لیا، جس سے نہ مزدور طبقی کی قیادت کی اپنی سیاسی شناخت کی اور نہ ہی پارٹی تنظیمی طور پر ترقی کر سکی بلکہ وقت کے ساتھ مختلف حصوں اور گروپوں میں تقسیم ہوتی گئی، اس کے علاوہ تنظیم میں چین، روس اضادات نے بھی بڑا کردار ادا کیا لیکن 1980 کی دہائی سے مختلف کیوں نہ اور مارکسٹ تنظیموں اور گروپوں نے دوبارہ سے اپنی آزادانہ سیاست کے ساتھ تنظیمی طور میں مختلف کیوں نہ اور مارکسٹ تنظیموں اور گروپوں نے اپنے تجربات کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ انعام کرتے رہے اور آج کی عوامی و رکزی پارٹی 1986 سے 2012 تک باسیں بازو کی تقریباً 9 پارٹیوں کے انعام کا نتیجہ ہے (پاکستان سو شصت پارٹی، کیونٹ ایگ، قوی انتقلابی پارٹی، قوی معاذ آزادی، بیشنگل پارٹی، کیونٹ مزدور کسان پارٹی، سو شصت پارٹی کادوس احصہ، عوامی پارٹی، اور لیبر پارٹی شامل ہیں) اس پارٹی نے اپنے رہنمای اصولوں میں واضح کیا ہے کہ اس کا منہماً مقصود غیر طبقاتی سماج کا قیام ہے اور ہر قسم کے طبقاتی استھان کے خاتمے اور غیر طبقاتی سماج کے قیام کا راستہ سو شصتم سے ہی ہو کر جاتا ہے اور سو شصتم کے قیام کے لئے بھی ہمیں مارکسی نقطہ نظر سے اپنے معاشی، سماجی، وسیاسی حالات کے مطابق اپنی پالیسیوں کو ورتیب دینا پڑتا گا، جس کا تجربہ عوامی و رکزی پارٹی نے اپنے منشور میں تفصیل سے کیا ہے، لیکن اس پروگرام پر عمل کے لئے پارٹی تنظیم بھی طبقاتی طور پر منظم کرنی پڑے گی، جو نکلے ہیں ایک کھلی اور وسیع تردار کسی تنظیم سے لہذا اسے مزدوروں، کسانوں، کھیتی مزدوروں، طبلاء، نوجوانوں، درمیانہ طبقے کے ترقی پسند انشروں کے علاوہ تمام کے وسیع تر حقوق اور پرتوں، بستیوں اور محلوں میں بھی منظم کرنا ہوگا اور نظریاتی تعلیم و تربیت کے ساتھ بڑے زمینداروں سرمایہ داروں اور اسٹیشنمنٹ کی بالادستی اور سیاسی و معاشی جگہ کو ہر جگہ پیچ کرنا ہوگا، ہمارا نقطہ نظر ہر وقت طبقاتی تہتقیدی اور انتقلابی ہونا چاہیے۔ ہمیں عوامی مسائل کے حل کے لئے مسلسل متحرک ہونا ہو گا کبھی ہماری چدروں جہادی سماجی تبدیلی کا راستہ ہے۔

فاسدزم کو شکست دی اور جنگ کی پیتناک تباہ کاریوں، کروڑوں لوگوں کی قربانیوں، سامراجی حصار اور ریشہ دوانیوں کے باوجود سو ویت یونین صنعتی طور پر ترقی یافت اور دنیا کی عظیم کی طاقت بنا دیا۔ ستر سالہ دور میں بے شمار حاصلات کے باوجود کوئی ایک خرابیاں بھی پیدا ہوئیں جو اندر ورنی طور پر نوکر شاہانہ، آمرانہ رویوں، محنت کش طبقے اور پارٹی کی بالا دتی کی بجائے اقتدار پر تی نظر یاً و معافی جمود، سماجی سائنس اور سائنسی انداز فکر کی بجائے تقیدی انداز فکر ترقی پانے لگا اس لئے سو ویت یونین کے انہدام اور ہاں سو شکست نظام کی تباہ ہونے کو محض سامراجی ممالک کی سازش نہیں فراہدیا جاسکتا۔ اس انقلاب کے حاصلات، ناکامیوں کے اسباب، اور اس باقی پر پچھلے 25 برسوں میں دنیا بھر کے مارکسی دانشور اور پارٹیاں اپنے اپنے طور پر تجزیے کر رہی ہیں، بے شمار لکھا گیا اور مرید سمجھنے اور تحریر کرنے کی ضرورت ہے۔

سودیت یونین کے انہدام کے بعد سرمایہ دارانہ اور سامراجی ذہن رکھنے والے
دانشوروں نے کہا کہ یہ ایک تاریخ کا خاتمہ ہے اور اب دنیا میں ترقی کا واحد راستہ سرمایہ دارانہ
ہی ہے اور پھر نیو ولڈ آئرڈ کے تحت ایک طرف ورلڈ بینک، آئی۔ ایم۔ ایف، ڈبلیو۔ ائی۔ او۔
کی گلوبالائزیشن، لبرالائزیشن کی پالیسیوں نے ترقی پر زیر دنیا کی جارحانہ لوٹ مار شروع
کر دی۔ اور دوسری طرف اس معافی لوٹ کھوٹ اور سامراجی بالادستی کے لئے ترقی پر زیر حملہ ک
کے اندر ورنی معاملات میں جارحانہ مداخلت، دھشت گردی، براہ راست لشکر کشی اور فوجی
بربریت کا راجح قائم کر دیا جسکی بڑی مثالیں افغانستان، عراق، بیلیا، شام اور یمن ہیں۔ اس
تمام لوٹ مار کے باوجود سرمایہ دارانہ نظام مسلسل بحران میں ہے اور ایک بار پھر دنیا میں سرمایہ
داری کے مقابلے میں مارکسزم اور سوشزم ہم کو مقابلہ انسانی ترقی و مساوات کا نظام سمجھا جانے لگا
ہے۔ سودیت تجربات کی روشنی میں ایک طرف جیجن، ویتنام اور کیوبا نے اپنی معیشت کی تنظیم نو
شروع کر دی ہے اور جدی بنا دوں پر مسلسل نظریاتی تربیت پر زور دیا جانے لگا ہے۔ دوسری
طرف دنیا بھر کی کیونٹ اور رکرز پارٹیوں نے اپنی بین الاقوامی کافرنزسوں میں یہ اصول طے کیا
ہے کہم ایک دوسرے کے تجربات سے سبق حاصل کریں گے اور مارکس اور اینگلز کے بتائے
ہوئے راستے پر اپنے اپنے مکون میں اپنے معافی، سماجی و سیاسی حالات کے مطابق سوشلزم کے
قیام کی جدوجہد کریں گے، یہی بین الاقوامی کافرنس کے فیصلوں کا نتیجہ ہے کہ اس سال دنیا بھر
میں دس کمپیٹ کے 150 سال اور اکتوبر سو شلسٹ انقلاب کی 100 سالہ تقریبات بڑے
پیمانے پر منائی جا رہی ہیں۔

پاکستان کے قیام کے فوری بعد 1948 میں کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کا قیام وجود میں آیا اور چند ہی سالوں میں پارٹی نے محنت کش طبقے، مزدوروں، کسانوں، طلباء، دانشوروں، اور درمیانہ طبقے کے ترقی پسند حقوقوں میں اپنا اثر قائم کر لیا اور ملکی سیاست پر اثر انداز ہونے لگی کہ اچانک پاکستانی ریاست نے سماجی ایجادات میں پارٹی پر پابندی لگا دی، پابندی کے بعد پارٹی نے یتو صبح فیصلہ کیا کہ ہمیں دوسری سیکولر، جمہوری، اور قوم پرست قوتوں کے ساتھ متحدة حجاز بناتا چاہئے لیکن عملی طور پر غلط اقدام اٹھایا، پارٹی نے کسی دوسرے نے

انقلابِ اکتوبر کے سوال

مسلم شمیم

آفتاب تازہ پیدا بٹن گیت سے ہوا آسام! ٹوٹے ہوئے تاروں کا ماتم کب تک انقلاب اکتوبر ۱۹۱۴ء کا عالمی تاریخی اہمیت کا انقلاب کوئی اتفاقی حادثہ واقعہ یا فوجی بغاوت نہ تھا بلکہ ایک منظم اور مربوط یعنی سائنسی اشراکت کی عملی تشکیل کا مظاہرہ تھا جس کے لیے ۱۸۷۸ء کے بعد سے بین الاقوامی پیمانے پر مسلسل جدوجہد اور معرکہ آرائی کی گئی تھی اور یہ انقلاب اپنی عالمی مشکلات سے دوچار ہوتا ہوا، ۱۹۱۴ء میں کامیابی سے ہم کنار ہوا۔ کیونکہ میں فشو تعطیل ہوتی ہے نکوئی تقریب، مگر وہاں کی کیونکہ اسیں جس سے متعلق ہے اسیں تو اشتراکت کی تحریک ایک سنبھال اشاعت ۱۸۷۸ء کے بعد سے تارتیب علم پر طاری نظر ڈالیں تو اشتراکت کی تحریک ایک تسلسل کے ساتھ یورپ میں آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں، یورپ کے متعدد ملکوں میں مزدوروں اور ریاستی فوج کے درمیان اڑائیاں ہوئیں۔ اٹھارویں صدی میں انگلستان میں صنعتی انقلاب کے رومنا ہونے کے نتیجے میں نئی نئی صنعتیں ظہور پذیر ہوئیں اور صنعتی مزدوروں کی تعداد بڑھی اور انہوں نے بڑھ کر دیں گھنٹے یومیہ کا حق منوالیا اور وقت کے ساتھ مزدوروں کی بین الاقوامی تنظیم کے حق میں حالات سازگار ہونے لگے چنانچہ پہلی اٹریشن ایسوی ایشن کا پورا نام International Working Mens Association ۲۸، دسمبر ۱۸۲۶ء کو لندن میں اگریز، فرانسیسی اور جرمن مزدوروں کے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں کیونکہ میں فشو (۱۸۷۸ء) کو عالمی مزدور تحریک کا منشور قرار دیا گیا۔ مارکس کی مسلسل یہی کوشش رہی کہ اٹریشن ایسوی ایشن کا بین الاقوامی کردار ابھر کر سامنے آئے اور عالمی مزدوروں کا تعاون ضبط ہو۔ ۱۸۷۹ء میں رومنا ہونے والے بورڈ و انقلاب کے دلیل فرانس میں پیس کیون شہریوں کی انقلابی تنظیم تھی، جو میوپس کار پوریشن کے تمام وارڈوں کے پختے ہوئے نمائندوں پر مشتمل تھی جن میں غالب اکثریت محنت کشوں کی تھی جن کی جب الطین پر ان کے خون کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ کیون کے انتخابات، ۲۱ مارچ کو ہوئے اور ۲۸ مارچ کو پیس کیون کی حکومت بن گئی۔ دنیا کی تاریخ میں مزدوروں کی یہ پہلی ریاست تھی جو ہر چند کہ ایک شہرتک محدود تھی اور فقط دن تک زندہ رہی لیکن اس نے اپنے عمل اور اخلاق سے ثابت کر دیا کہ محنت کشوں میں حکومت کرنے کی صلاحیت بالائی طبقوں سے کہیں زیادہ موجود ہے، اور ان کا ظلم و نقص اور عدل و انصاف کا معیار بڑے طبقوں سے بہت اہم اور اعلیٰ ہے۔ پیس کیون کا انقلاب ناکام ہوا مگر اس انقلاب کے نظریے کو شکست نہیں ہوئی تھی اور یہ نظریہ اور آ درش محنت کشوں اور مظلوم طبقات کے لیے مفعول راہ بنا رہا، چنانچہ ۱۸۸۶ء میں شکا گومیں مزدوروں کی تحریک بھی میرے نزدیک انقلاب

روی کلینڈر کے مطابق، ۲۵ نومبر ۱۹۱۴ء کا انقلاب اکتوبر برپا ہوا جو پورے یورپی عیسوی کلینڈر کے مطابق ۷ نومبر ۱۹۱۴ء کی تاریخ تھی۔ اس انقلاب کے نتیجے میں قائم ہونے والی حکومت نے پرانے روی کلینڈر کو ترک کر کے عالمی عیسوی کلینڈر کو اپالیا اور انقلاب اکتوبر کی سالگرہ کی تقریب جب سے ہر سال ۷ نومبر کو ساری دنیا میں شمول ہوں میں منائی جاتی رہی۔ ۱۹۹۰ء تک انقلاب اکتوبر کی سالگرہ یعنی انقلاب کی سالگرہ کی تقریب بصورت جشن سرکاری سطح پر ریڈ اسکوائر ماسکو میں بڑے ترک و احتشام سے منائی جاتی رہی۔ اب ریاستی سطح پر نہ تو نومبر کی تقریب، مگر وہاں کی کیونکہ اسیں جو عوام کے ساتھ ہر سال مناتی ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کا انہدام ہوا۔ اس تاریخی ایسے کو ظہور پذیر ہوئے پہلی سال یعنی ۱۹۱۴ء میں کیونکہ آرائیاں ہوئیں، یورپ کے متعدد ملکوں میں مزدوروں اور ریاستی فوج کے درمیان اڑائیاں ہوئیں۔ اٹھارویں صدی میں ایشن کا پورا نام International Working Mens Association کی گئی تھی جس سے انقلاب اکتوبر کے بانی کامریڈ لینن (۱۸۷۰ء-۱۹۲۳ء) شروع سے وابستہ تھے۔ ۱۹۰۳ء میں یہ پارٹی دو دھڑوں میں بٹ گئی، منشیوک اقیتی گروہ کی پارٹی اور باشیوک اکٹریٹی گروہ کی پارٹی۔ اسی تناظر میں باشیوک پارٹی کا نام تاریخ میں ۱۹۲۲ء قائم کی جانے والی کیونکہ پارٹی آنف سوویت یونین (CPSU) کی جگہ درج ہے۔ آج تک باشیوک پارٹی کا نام گاہے گا ہے انقلاب اکتوبر کے حوالے سے لکھا اور بولا جاتا ہے جس کے قائد انقلاب اکتوبر کے بانی کامریڈ لینن تھے۔ واضح رہے کہ منشیوک پارٹی کی قیادت میں انقلاب اکتوبر ۱۹۱۴ء سے چند ماہ قبل زارشایی کا خاتمہ کر کے مارچ ۱۹۱۷ء میں سرمایہ دارانہ جمہوری انقلاب برپا کیا گیا تھا، جسے انقلاب فروری ۱۹۱۷ء عالمی عیسوی کلینڈر کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ مذکورہ انقلاب کے نتیجے میں قائم ہونے والی عبوری حکومت ایک بے حد کمزور اور بے اثر حکومت تھات تھا۔ ہوئی، چنانچہ اپنی انقلابی بصیرت سے کام لیتے ہوئے اس عبوری حکومت کا تختہ الٹ کر باشیوک پارٹی کی قیادت میں کامریڈ لینن نے وہ انقلاب برپا کیا جس نے بیسویں صدی کی تاریخ کے دھارے بدلتے۔ اس انقلاب اکتوبر کی صدائے بازگشت دھماکے کی صورت میں پوری دنیا میں سن گئی۔ اس صورتی حال کو جان ریڈ (John Reed) نے اپنی شہروہ آفاق کتاب Ten Days That Shook the world میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دنیا یہ شعروابد میں انقلاب اکتوبر کی صدائے بازگشت اسی شدت سے سن گئی اور اس کا خیر مقدم کیا گیا اس کا سب سے توانا اٹھار علامہ اقبال کے درج ذیل شعر میں ملتا ہے:

سوویت یونین نے تیوں براعظموں میں قومی آزادی کی تحریکوں کی طاقت اور اخلاقی سیاسی اور مالی امداد کے ذریعے تاریخ کی پیش رفت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء کے سوال کے تاریخی دورانی کے پیش نظر کہ بیسوں اور اکیسویں صدی کے عالمی منظر نامے پر طرز انظڑا میں تو ہمیں یہ لکھنے میں تال نہیں ہے کہ اب تک تاریخ میں جوانقلابات رونما ہوتے رہے ہیں، ان کے ہمہ گیراثات کے اعتبار سے انقلاب اکتوبر کو سب پر برتری اور افضلیت حاصل ہے، انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء نے سوویت یونین کو ختم دیا جس کا انہدام ۱۹۹۱ء میں ہوا، لیکن سوویت یونین کے انہدام کو اشتراکی نظریے اور نظام کا انہدام نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کے اثرات اور نقوش آج بھی تابندگی سے محروم نہیں ہوئے ہیں۔ ماضی قریب میں ویٹ نام میں کیونٹ اور رکر ز پارٹیوں کی تنظیم کے اٹھارویں اجلاس میں دنیا کے ۷۵ پارٹیوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ ۱۹۲۳ء، اکتوبر ۱۹۲۴ء کا اعلامیہ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ انقلاب اکتوبر کے اشتراکی نظریے کے فروع اور وہ عمل لانے کی تحریک عالمی تحریک کے طور پر نہ ہے اور بھرپور معنویت کی حامل ہے۔ مذکورہ اعلانیے میں یہ کہا گیا ہے:

”عظیم سو شلسٹ انقلاب کی صد سالہ سالگرہ پر اس کی تاریخی اہمیت کو جاگر کرنے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے انسانی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور محنت کش عوام کی جدوجہد کے طفیل آزادی اُن کی سماجی ترقی اور سو شلزم کی راہ استوار ہوئی۔

اعلامیے میں یہ بھی لکھا گیا ہے:

”کارل مارکس کی مشہور زمانہ ”واس کمپلیٹ“ کی اشاعت کو ۱۹۰۵ء میں ہو گئے ہیں۔ اشاعت ۱۹۰۵ء سالہ تقریبات کے موقع پر یہ ہمارا اتنا بھی فریضہ نہ تھا ہے کہ سرمایہ داری نظام کے اختصار کی مختلف شکلوں اور اس کی نظریاتی اور سیاسی گرفت کے خلاف سو شلسٹ محاذا کو مضبوط اور محنت کشوں اور وسیع تر عوامی حلقوں بالخصوص نوجوان طلباء اور خواتین کو مضبوط اور محنت کشوں اور وسیع تر عوامی حلقوں بالخصوص نوجوان طلباء اور خواتین کی سماجی جمہوری جدوجہد کو تیز تر کرنے کے رابطوں کو مضبوط بنانے اور جدوجہد کے دوران تجویزات کے آپس میں تبادلے کی ضرورت ہے۔“

☆☆☆

ہر تہذیب اپنے تہذن کی پیش رو ہوتی ہے،
تہذیب کے لئے شہر، دیہات، صحرائ اور کوہستان کی کوئی قید نہیں کیونکہ تہذیب معاشرے کی اجتماعی تخلیقات اور اقدار کا نچوڑ ہوتی ہے۔
(سبط حسن کی ماضی کے مزار سے اقتباس)

کا درجہ رکھتی ہے اور اس سلسلے کی کڑی ہے جس کا نقطہ عروج انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء تھا۔ شکا گومین مزدوروں کا خون جو مزدوروں کی عالمی تحریک کا نگہ میں ثابت ہوا اور عالمی مزدور تحریک کا رنگ بن کر اپنی تاریخ پر اپنے اور جچ کا لمعنی، سرخ پر جنم جو بعد میں دنیا بھر کی کمیونٹ پارٹیوں کا پرچم بن۔ کمی میں ۱۸۸۲ء کو ہم اس اعتبار سے انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء کا پیش خیمه کہہ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک سوویت یونین قائم تھا، یومِ میت کے موقع پر دو دنوں کی سرکاری سطح پر تعطیل ہوتی تھی اور یومِ میت وہاں ایک اہم ترین تقریب کا درجہ رکھتا تھا۔

انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء جیسا کہ یہاں ہو چکا ہے کہ ایک عالمی تاریخ ساز و اقدام اور ایک عالمی انقلاب تھا جس نے بقول جون ریڈ پوری دنیا کو جھوڈ دیا تھا۔ اس انقلاب کے زیر اشارہ دنیا میں انقلابی تحریکوں نے سر اٹھایا اور زور پکڑا جن میں ایشیا اور افریقا کی قومی آزادی کی تحریکیں شامل تھیں۔ دنیا کے بیش تر ممالک میں کسی نہ کسی نام سے کیونٹ پارٹیاں قائم ہو گئیں اور یہ باشاط طور پر کمیونٹ پارٹی آف انڈیا (CPI) کا قائم عمل میں آیا جس کے بانیوں میں مولانا حضرت مولانا آزاد سجادی شامل تھے۔ یہ دنوں اکابر اس پارٹی کی تنظیم اور تشكیل کمیٹی کے چیئر مین اور مولانا آزاد سجادی شامل تھے۔ شہید بھگت سنگھ اور ان کے ساتھی برادر است اس انقلاب کے نظریے یعنی اشتراکیت سے متاثر ہو کر کمیونٹ نظریے کے پرچارک اور ہندوستان کی تحریک آزادی کو اس ڈگر پرداز نے کے لیے کوشش رہے تھے جس کی منزل اشتراکی انقلاب بھرتی ہے۔

بھگت سنگھ نے انقلاب زندہ باد کا نام دیا جو اشتراکی انقلاب کا نقیب ہے۔

کارل مارکس کا کہنا تھا ”صدیوں سے فلسفی دنیا کی تشریح کرتے آئے ہیں جبکہ صحیح کام تو اسے بدلتا ہے۔“ سو کارل مارکس نے اپنے ساتھی فریڈرک ایگنر کے ساتھ مل کر دنیا کو بدلتے کی جدوجہدی تھی اور بے مثال قربانیاں دیں اور دنیا کو اشتراکی انقلاب سے ہم کنار کیا۔ انقلاب اکتوبر ۱۹۱۷ء کو کارل مارکس کی وفات کے ۳۴ سال بعد ظہور پذیر ہوا مگر اس انقلاب کی رہنمائی ان کی فکر اور نظریے نے کی تھی کارل مارکس کو دنیا بھر کے انقلابات کے تناظر میں جن میں چین کا انقلاب ۱۹۲۹ء بھی شامل ہے، بیانے انقلاب کا منصب حاصل رہے گا۔ واضح رہے کہ یورپ کے ایک پس ماندہ ملک روس میں اشتراکی انقلاب کے فوض و برکات سے دو عشرے کے مختصر تاریخی دوریے (۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۷ء) میں ایسی بہجت ترقی ہوئی کہ اشتراکی روس دنیا کی ترقی یافتہ ریاستوں میں شمار ہونے لگا اور عسکری اعتبار سے بھی اشتراکی روس جو ۱۹۴۵ء جمہوریائیں کا وفاق یعنی Union of Soviet Socialist Republics اس سوویت یونین تبدیل ہو کر ایسی طاقت بنا جو نے دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) میں فاش جمنی کی شکست میں کلیدی اور فیصلہ کرن کر دارا دکیا اور مذکورہ عالمی جنگ کے چند برسوں کے اندر امریکا کے مقابل دوسرا سپر پاور بن کر اپنے خلائی میدان میں سوویت یونین نے سبقت حاصل کر لی۔ دوسری طرف جنگ عظیم کے بعد ایشیاء، افریقا اور لاٹینی امریکا میں نوآبادیاتی نظام کا خاتمه ہوا اور قومی آزادی کی تحریکیں کامیابی سے ہم کنار ہو گئیں۔ اس باب میں بھی سوویت یونین کا اہم کردار رہا،

اکتوبر انقلاب بیسویں صدی کے آخر میں رد انقلاب، اسباب اور وجہات

تحریر: اثر امام

کی دلیل یہ ہے کہ 1913 میں روس کی صنعتی پیداوار کا محض ساتواں جگہ زرعی پیداوار کا فقط تیسرا حصہ باقی رہ گیا تھا۔ جگہ عظیم سے پہلے کی پیداوار کے مقابلے میں 1921 میں روس کی مجموعی صنعتی اور معدنی پیداوار میں 20 فیصد کی نوٹ کی گئی تھی۔ 1914 میں روی کرنی روبل کا تباہہ ایک ڈالر کے عرض دور روبل تک ہوتا تھا جبکہ 1920 میں 1200 روبل دیکھ ایک ڈالر حاصل کیا جاسکتا تھا۔ دوسری طرف جگہ عظیم اول کے نتیجے میں عالمی سامراج بھی اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ بقول یعنی اس میں اتنی قوت نہیں تھی کہ فوری طور پر انقلاب کو کچنے کیلئے سامنے آئے۔ عالمی سامراجی قوتیں ابھی حال ہی میں لڑی گئی آپسی جنگوں کے نتیجے میں ایک دوسرے کی اس قدر جانی دشمن بن چکی تھیں کہنی الحال ان کا ایک سو شلاست ملک کے خلاف فوری اتحاد قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ زارشاہی روس اور اس کی گماشتہ حکومتیں انقلاب کو روکنے کی صلاحیت سے محروم تھیں اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام اس کی مدد کیلئے نہیں آسکتا تھا۔ یہ وہ مخصوص اندر وینی و ہیر وینی حالات تھے جن کے تحت اکتوبر سو شلاست انقلاب کا میاںی سے ہم کنار ہو پایا۔ 25 اکتوبر 1917 کو کامیاب ہونے والے اکتوبر انقلاب کو دنیا نے 1926 تک جگہ امریکہ نے 1933 تک قبول نہیں کیا تھا۔ برسہا برس تک ملک کے خلاف معاشری، سیاسی و عسکری حصار اور سامراجی پابندیاں قائم رہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کل کیوں، شماں کو یا اور ایران وغیرہ بر بادی کے تمام پرانے یہیں۔ سوویت یونین کے خلاف دوسری جگہ عظیم کے دوران کی تباہی اور بر بادی کے حق میں اور رکارڈ توڑ دیے گئے۔ اس جگہ میں سوویت یونین کے ڈھانی کروڑ سے زیادہ لوگ قتل ہوئے جن میں سے اکثریت اپنی کار آمد کی یہ رکھی تھی۔ اس کے باوجود 1956 تک سوویت یونین نے فقط دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا بلکہ دنیا کی دوسری بڑی معاشری قوت کے طور پر سامنے آیا۔ کچھ محاں میں تو اس نے امریکہ کو بھی اساتھ دی تھی مثلاً خالی میں پہنچنے اور اسٹیل و کوئلے کی پیداوار وغیرہ میں۔ ہر چند کہ ہمارے زمانے کے کچھ نام نہاد مارکسٹ سوویت یونین کی اس ترقی سے بھی خوش نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کی نظر میں یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اپنے تینیں ایک بہت بڑے دانشور نے اپنے ایک مضمون میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ امریکہ کے ساتھ سوویت یونین کا مقابلہ کر کے بتایا جاتا تھا کہ سوویت یونین ترقی کر رہا ہے اور اس کی اسٹیل کی پیداوار امریکی اسٹیل کی پیداوار سے بھی زیادہ ہے۔ میں یہاں ہوں کہ فاضل مصنف کو اس بات پر بھی اعتراض ہے اور وہ اس سے ناخوش ہے۔ امریکہ آج بھی اور اس زمانے میں تو خاص طور پر ساری سرمایہ دار دنیا کا باوا آدم تھا۔ اگر کوئی سو شلاست ملک کسی خاص شعبے میں اس سے بھی زیادہ

اکتوبر سو شلاست انقلاب انسانی تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ اس انقلاب نے دنیا کے سامنے عملی طور پر ثابت کر دکھایا کہ محنت کشوں کے راج کا قیام کسی دیوانے کا خواب نہیں بلکہ یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے۔ اس انقلاب نے بیس کروڑ سے زیادہ آبادی رکھنے والے ملک کو روٹی، کپڑا اور مکان دیا۔ ساری زمین کو ریاستی ملکیت قرار دے کر کاشت کے ثمرات تمام کارخانوں کی جی ٹکیت ختم کر دی گئی اور جو مزدوران کا مکمل طور پر خاتمه کر دیا گیا۔ تمام کارخانوں کی جی ٹکیت ختم کر دی گئی اور جو مزدوران کا جلاٹتے تھے وہی ان کے مالک بن گئے۔ وہ مزدوران کارخانوں کو بچنے نہیں سکتے تھے لیکن اب وہ جو کچھ پیدا کرتے تھے اس کے مالک بھی خود ہی ہوتے تھے۔ اکتوبر انقلاب کے بعد یہ باتیں یاد رکھنے پر بھرہ گئیں کہ جو زمین کاشت کرتا تھا وہ فاقہ بھی کرتا تھا۔ جو کپاس اگاتا تھا وہی بُنگے بدن بھی رہتا تھا۔ جو بڑے بڑے پلازا تھے تیر کرتا تھا اسے بغیر چھپت کے راتیں گزارنی پڑتی تھیں۔ جو گاڑیاں باتا تھا وہ خود پیڈل چلنے پر مجبور ہوتا تھا۔ اس کے برکس اب پیدا کرنے والے ہی استعمال کرنے والے بن گئے تھے۔ محنت کشوں کا راج قائم ہو چکا تھا۔ محنت کش دنیا کی ساری نعمتوں سے مستفید ہوتے تھے۔ سرمایہ دار دنیا جیسا تھی کہ ایسا کیوں ممکن ہے کہ جو تھے گانجھے والے کسی مopicj یا کسان کا بیٹا بھی سربراہ مملکت بن جائے؟ ایک لپس ماندہ یورپی ملک میں سو شلزم کی تعمیر کوئی آسان کام نہیں تھا۔ جس طرح مارکزم میں بتایا گیا ہے اس کیلئے داخلی و خارجی صورت حال کا انقلاب کے حق میں اور سازگار ہونا ضروری تھا۔ داخلی طور پر بالشویک پارٹی کا مضبوط کردار، ملک اور عوام کی صورت حال کو درست طور پر صحیح کر ان کے مسائل پر صحیح نظرے دینا، صحیح حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے عوام کو رہنمائی فراہم کرنا۔ صنعتی مزدوروں اور کسانوں نیز سارے انقلاب دوستوں کا اتحاد قائم کرانے، بیساں تک کفوج اور بالخصوص بھریہ میں سے بھی اتفاقی عنصر کو ڈھونڈنے کا لانا اور ان کو اپنی تحریک کا حصہ بنانے میں کامیابی حاصل کر لینا، انقلاب کی قیادت کرنا اور انقلاب کے بعد ملک کی باغ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر ملک چلانے کی ایبیت پیدا کرنا، وہ اہم ذمہ داریاں تھیں جو انقلابیوں نے یعنی کی قیادت میں بخوبی ادا کیں۔ 1917 کے روس میں خارجی صورت حال بھی انقلابیوں کے زخمی ہونے کے بعد روی کی حکومت بھی بہت زیادہ کمزور ہو چکی تھی جسے یعنی نے بجا طور پر اسکے زخمی ہونے کے بعد روی کی حکومت بھی بہت زیادہ کمزور ہو چکی تھی جسے یعنی نے بجا طور پر سامراجی زنجیر کی کمزور کڑی قرار دیا تھا۔ پہلی جگہ عظیم اور پھر انقلاب کے بعد مغربی قوتوں کی مالی اور فوجی امداد کے ذریعے خانہ جنگی کی وجہ سے روی میں بھی بہت زیادہ اقتضان پہنچا تھا۔ جس

ہے کہ مغربی ممالک میں صنعتی ترقی کی ابتداء سے بھی پہلے زمین کا 33 فیصد ترقی ان نوآبادیاتی قوتیں کے زیر قبضہ تا جبکہ دوسری عالمگیر جنگ کے دونوں میں تو ان سامراجی ممالک کی نوآبادیات زمین کے کل رقبہ کا 85 فیصد بنتی تھیں۔ 1770 سے لیکر 1947 تک برطانیہ نے ساری ہے تین کروڑ سے زائد ہندوستانیوں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ اسلئے یہ سوال اہمیت کا حامل ہے کہ کیا برطانیہ آج جس شاہنشاہی میں بھی رہا ہے، اس صورت میں بھی ممکن ہو پاتا اگر وہ ہندوستان کو اپنی نوآبادی نہ بناتا۔ کیا آج کا فرانس اس حالت میں ہو سکتا تھا اگر وہ ہندچینی، افریقی اور دیگر علاقوں جات کا احصا نہیں کرتا؟ جاپان کی مثل بھی ایسی ہی ہے جس نے چین اور دیگر ایشیائی ممالک کا جارحانہ احتصال کر کے خود کو ایک صنعتی قوت میں بدل دیا۔ آج G7 میں شامل تمام ممالک اس وجہ سے بھی اس قدر بڑی معاشی قوت بنے ہوئے ہیں کیونکہ وہ تاریخ میں بھی بھی اس طرح کسی کی نوآبادی نہیں رہے جس طرح کہ ایشیا، افریقیہ اور دنیا کے دیگر خطوں کے ممالک رہے تھے۔ اپنے اور فقط اپنے ہی وسائل سے ملکی معیشت کو کھٹکا کرنے کی مثالیں فقط دو ہیں۔ ایک سوویت یونین دو مریضین۔ نوآبادیاتی قوت نہ ہوتے ہوئے بھی ان دونوں ممالک نے بے مثال ترقی کی ہے۔ سوویت روس دنیا کا پہلا ایسا ملک تھا جس نے اپنی ریاستوں کو حق خوارادیت کی آنکنی اور عملی مفہومات دی تھی۔ خواتین کو مرد کے مساوی حقوق دینے والی دنیا کی پہلی ریاست بھی یہی سوویت یونین تھی۔ خواتین کو ووٹ دینے اور ووٹ لینے کا حق سب سے پہلے اشنان کی "آمرانہ" حکومت نے دیا جس کے بعد "جمهوری" امریکہ اور برطانیہ نے اس کی پیروی کرتے ہوئے یہ حق تسلیم کیا تھا۔ الغرض اکتوبر انقلاب کی حاصلات اور ثمرات کا شمار بہت زیادہ ہے۔ انسانیت کیلئے اس انقلاب کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکیں گی۔ لیکن پھر انسان کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اتنا بڑا انقلاب بالآخر انقلاب کا شکار کیونکہ بنا اور دنیا کو ناامیدی کے اندر ہیرے کنوں میں دھکیل دیا۔ جیسا کہ ہم اور پر بیان کر سکے ہیں کہ کسی بھی انقلابی کوشش کی کامیابی اس کی اندر ورنی اور یہ ورنی صورتحال پر محصر ہوتی ہے۔ تھیک ویسے ہی انقلاب کی ناکامی بھی اندر ورنی اور یہ ورنی صورتحال کی عکاس ہوتی ہے۔ اندر ورنی طور پر پارٹی اس قدر کمزور ہو جائے کہ وہ انقلاب کو چاند سکے۔ سوویت معاشرے میں طبقاتی جدوجہد کا خاتمہ ہوتا گیا۔ نظریاتی چدو جہد اور فہم کمزور ہو کر جو دکشا شکار ہو گے۔ سائنس اور سائنسی اندراز فکر کی بجائے عقیدتمندی اور تقليدی روایتی قویتیں عام و غاص اختیار کرنے لگا۔ اقراب پروری اور اقتدار پرستی جیسی لغتیں پھر سے عوکر آئیں۔ انقلاب کے دوران جس جوش اور جذبے کے ساتھ تحریک یک چلانی گئی تھی اس جوش کو قائم نہیں رکھا جاسکا۔ تخلیقی کی بجائے انداز عمل میکائیں بنتا گیا۔ اس طرح متعدد خارجی عناصر نے بھی اپنا کام دکھایا۔ مثلاً وہی سامراجی حصہ جس کا اوپر تنڈر ہو چکا ہے۔ پھر جنگی صورتحال اور مسلسل دھمکی اور دھونس کی کیفیت پیدا کیے رکھنا جس کی وجہ سے سوویت یونین کو بھی اپنے دفاع پر خطریوں میں خرچ کرنا پڑیں۔ جنگ عظیم دوہم کی تباہ کاریاں جس نے اس انقلابی پوکو تقریباً ختم ہی کر دیا تھا جس نے انقلاب کیا تھیا اس کی گواہ تھی۔ امریکی سرمایہ میں سی۔ آئی۔ اے اور دیگر خفیہ ایجنسیوں کی ریشہ دو ایسا بھی قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ سوویت یونین کی طرف سے

بیداوار دیتا ہے تب بھی کوئی قابل قدر بات نہیں ہے تو پھر ہونا کیا چاہیے تھا؟ پیداوار اور ترقی کے حوالے سے ہم کہاں کھڑے تھے اگر اس کو انتہائی ترقی یافتہ سرمایہ دار مملک کے ساتھ مقابلہ اور موازنہ کر کے بھی نہیں پر کھا جا سکتا تو پھر بالآخر کس اصول کے تحت یہ معاملہ واضح ہو؟ اکتوبر انقلاب کی کامیابیاں بے شمار تھیں۔ 1930 کے عشرے میں سوویت یونین کی معیشت 20 فیصد سالانہ کے حساب سے ترقی کر رہی تھی۔ یہ ایک ایسی بلند شرح ہے جسے کوئی بھی سرمایہ دار معیشت بعد کے برسوں میں بلکہ آج تک بھی پہنچ پائی ہے۔ حتیٰ کہ جاپان بھی جو اپنے اچھے دونوں میں زیادہ سے زیادہ 13 فیصد سالانہ شرح ترقی تک ہی پہنچ پایا تھا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن شیئن وہی چاہیے کہ 1930 کا عشرہ گریٹ ڈپریشن کے عشرے کے طور پر جانا جاتا ہے جس میں انتہائی ترقی یا نت سرمایہ دار ممالک بھی معاشی طور پر شدید بحران میں پھنسنے ہوئے تھے۔ لیکن سو شمس میں معیشت کا حامل سوویت یونین اسی دہائی میں بھی فیصد سالانہ کے حساب سے لا زوال اور بے مثال انداز میں ترقی کر رہا تھا۔ اگر یہ سو شلزم اور اکتوبر انقلاب کی کرامات نہیں تھیں تو اور کیا تھا؟ اکتوبر انقلاب ہی کے شہر کے طور پر پورے ملک سے بے روزگاری کا مکمل طور پر خاتمه کر دیا گیا تھا۔ انقلاب سے پہلے روس میں لوگوں کی اوسط عمر 32 سال تک ہوتی تھی۔ انقلاب کے بعد 1926 میں یہ 44 سال تک پہنچ گئی جبکہ 1958 میں روی لوگوں کی اوسط عمر 68 برسوں سے بھی زیادہ تھی۔ سوویت یونین کی معیشت اس قدر مستحکم تھی کہ اس نے 1971 سے 1983 تک مشرق یورپ کے ممالک کو 122 ارب ڈالروں سے زیادہ کی تجارتی اور دیگر معاشی امدادی۔ سوویت یونین نے فقط اپنے انقلاب کا تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہوا۔ اس نے ساری دنیا میں سو شمس خواہ قومی آزادی اور جمہوریت کی خاطر کیے جانے والے انقلابوں کا ساتھ دیا اور ان کی بھرپور مدد کی۔ چینی انقلاب کی امداد کیلئے سوویت یونین نے فوری طور پر اپنے 22 ہزار ماہرین کو چین بھیجا تا کہ انقلاب کی حمایت اور تحفظ کو تینی بنایا جاسکے۔ اکیلے کیوبا کی امداد کیلئے 31 ارب ڈالروں کی امداد مختص کی گئی تھی۔ امریکہ نے اس عرصے کے دوران 109 ارب ڈالروں کی یہ رونی امدادے کر مغربی یورپ کے ممالک کو "انقلابی لہر سے محفوظ" رکھنے کی کوشش کی تھی۔ جبکہ سوویت یونین نے فقط مشرقی یورپی ممالک کو درجنگ کے زمانے میں 500 ارب ڈالروں کی امدادی تھی۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سوویت یونین کو کسی بھی کالوں یا ماقومی علاقہ جات سے کوئی امداد نہیں ملتی تھی یہ سب کچھ وہ اپنے وسائل سے فراہم کر رہا تھا۔ چنانچہ سوویت یونین کے کچھ نقاد یہ بھی کہتے ہیں کہ سوویت یونین کے زوال کی ایک بڑی وجہ دنیا بھر میں انقلابوں اور سامراج مختلف حکومتوں کی اس بڑے پیمانے پر امداد کر کے اپنی معیشت پر دبابوؤنا بھی تھا۔ ہو سکتا ہے ان حضرات کی تقدیم درست ہو۔ لیکن مارکس بین الاقوامیت کا تقاضہ اور اس زمانے کے مخصوص حالات کا کیا کریں جو سوویت یونین کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ اس طرف توجہ دے۔ ساتھ ہی یہ بھی لطف کی بات ہے کہ ان ہی اچھے نقادوں کو آج کے چین پر یہ اعتراض ہے کہ وہ صرف اپنے انقلاب کو بچانے، صرف اپنے ملک اور لوگوں کی ترقی اور خوشحالی کی فکر میں گم ہے، باقی دنیا کی مدد اور انقلابوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ جس طرح سوویت یونین کرتا تھا۔ یاد

بھی سول ایوارڈ عطا کیا۔

جمال نقوی کے مفترع اکیوں کے بعد انہمن ترقی پسند مصنفین کے سلسلہ بھی جزوی جز اور ڈاکٹر جعفر احمد نے اشراق کے جو نیز طالب علم دوست کی حیثیت سے اپنی یادوں کو جگایا اور ڈاکٹر قمر عباس ندیم و سبط حسن کے ساتھ گزرے ہوئے وقت کو یاد کیا۔ ڈاکٹر جعفر احمد نے پاکستان اسٹڈی سینٹر جامع کراچی سے اشراق کی کئی کتابیں بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کی ہیں اور ان پر بڑے اہم پیش لفظ تحریر کیے ہیں۔

اس کے بعد اشراق حسین نے بھی کراچی میں زندگی کے ابتدائی ایام کو یاد کیا اور کینیڈا میں اپنی معاشری اور ادبی جدوجہد کا حال مختصرًا سما میں کو سنایا۔ کینیڈا میں اردو زبان و ادب کی موجودہ صورت حال وغیرہ پر پوچھتے گئے سوالات کے جوابات دیئے اور اپنی شاعری سما میں کو محظوظ کیا۔ انہوں نے کہا۔

پوچھتے ہیں سب بھرت جو اربابِ وطن
ان کی تاریخ میں ماضی کا کوئی باب نہیں
اور بھرت کے ابتدائی دنوں کے کچھ اشعار بھی پیش کیے
سمدر چھوڑ آئے، کوہ و دریا چھوڑ آئے ہیں
تھی دنیا کی خاطر ایک دنیا چھوڑ آئے ہیں
پہن کر ہم بساں اجنبیت کی طرف جائیں
کہ ہم اپنا بدن لائے ہیں، چہرہ چھوڑ آئے ہیں
تقریب کے شعری دور میں غہٹ بریلوی، مسلم شیم، جمال نقوی، شاہد کمال،
اوسط جعفری، حامد علی سید، صیمیہ صبا، صیمیہ احمد جعفری، فرات رضوی، ڈاکٹر جاوید منظر اور احمد سعید خان نے اپنا کلام سنایا۔ جناب اقبال علوی، حسن جاوید اور ریاض مخدومزادہ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ جناب غہٹ بریلوی کے صدارتی خطاب کے بعد انہمن کی کراچی کی شاخ کے صدر ڈاکٹر توصیف احمد نے حاضرین کا شکر یاد کیا۔

مجھ کو اس کارنخ نہیں ہے لوگ مجھے فرکار نہ مانیں
فلک و سخن کے تاجر میرے شعروں کو اشعار نہ مانیں
میرافن میری امید یں، آج سے تم کوار پن ہیں
آج سے میرے گیت تھمارے دکھ اور سکھ کا درپن ہیں
(ساحر لدھیانوی)

انقلابوں اور آزادیوں کی محابیت کرنا اور ان ممالک کی معاشری امداد کرنے کے نتیجے میں خود اس کی اپنی معاشرت پر پڑنے والا باؤ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے۔ ہر حال جاتے جاتے بھی اس انقلاب نے دنیا کے سامنے ایک اور عالمی یہ چھوڑی کہ جب سوویت یونین تحلیل ہو رہا تھا تو ایک بھی انسان کا خون نہیں بھایا گیا۔ جس طرح دعویٰ کیا گیا تھا کہ یہ رضا کارانہ الخاق ہے اسی طرح ثابت کر کے دکھایا گیا کہ اگر آپ اس الخاق کو نہیں مانتے تو علیحدہ ہونا آپ کا حق ہے۔ لیکن ہر حال اس رو انقلاب نے بھی ساری دنیا کو متاثر کیا بالکل اسی طرح جس طرح انقلاب نے دنیا کو متاثر کیا تھا۔ ہمارے زمانے میں تمام ایسے لوگ جو باکیں بازو کی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں، ذمہ دار ہیں کہ اس انقلاب کی حوصلات اور اس کی کمزوریوں پر تفصیلی روشنی ڈالیں تاکہ آئندہ کے تجربات کے دوران ان کمزوریوں اور غلطیوں سے پہلو تھی کی جائے جو روس کے اکتوبر انقلاب کے دوران ہم سے سرزد ہوئیں۔



اشراق حسین کے ساتھ ایک شام

رپورٹ انجمن ترقی پسند مصنفین
ترقبی پسند شاعر اور نشر نگار اشراق حسین کینیڈا سے کراچی تشریف لائے تو ان
کے اعزاز میں انہمن ترقی پسند مصنفین پاکستان کراچی شاخ نے ایک تقریب کا اہتمام کیا
جس کی صدارت معروف شاعر غوث بولیو نے کی اور مہمان خصوصی انہمن کے سابق صدر
مسلم شیم تھے۔ بنکہ مہمان اعزازی اشراق حسین تھے۔

اشراق حسین کا تعارف کرتے ہوئے ڈاکٹر جمال نقوی نے کہا کہ اشراق حسین
نے دبستانوں کے دبستان کراچی میں آنکھ کھوئی اور یہیں اپنی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی
۔ پروفیسر مجنون گور کچپوری، پروفیسر ممتاز حسن، ڈاکٹر عینف فوق اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس
زمانے میں جامعہ کراچی سے فلک تھے، جن کے زیر سایہ ان کی تربیت ہوئی۔ وہ سید سطیح
حسن اور ڈاکٹر قمر عباس ندیم کے حلقة میں شامل ہو گئے جہاں ان کی ملاقات روشن خیال
ادیبوں اور شاعروں سے ہوئی۔ انہوں نے ترقی پسند ادب اور ادبیوں کو پڑھا اور سمجھا۔ یوں
نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں ان کی فعالیت بڑھتی گئی۔ اسی زمانے میں ان کے مقابلے
فیض ایک جائزہ کو افکار کے زیر اہتمام نوجوانوں کے ایک مقابلے میں پہلا انعام ملا۔ ان
کے اس مقابلے کو ادارہ یادگار غالب، کراچی نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ جسے فیض کے
بارے میں پہلی تقدیمی کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس کے بعد تلاش معاشر میں
کینیڈا چلے گئے جہاں رہ کر انہوں نے اپنی ادبی مصروفیات کو جاری رکھا۔ انہیں فیض سردار
جعفری اور نواز وغیرہ کی صحبتیں نصیب ہوئیں۔ انہوں نے وہاں ادبی محتلیں سجائیں اور ایک
اردو ماہنامہ بھی جاری کیا جس کے وہ مدیر ہے۔ فیض اور فراز وغیرہ پر ان کی بہت سی کتابی
شائع ہوئیں اس کے علاوہ ان کے شعری مجموعہ اور شاعری کا انتخاب انگریزی ترجمے کے
ساتھ بھی شائع ہوا۔ انہیں عالمی سطح پر بھی اعزازات سے نوازا گیا اور حکومت پاکستان نے

اکیسویں صدی اور سو شلزم

تحریر: امیر حمزہ ورک

Confusion تو ہمارے اندر موجود ہے جو ہماری طبقتی خصوصیات کا حامل ہے، لیکن نے کارل مارکس کی 100 دلیلیں بیان کیں کہ مارکس کے نظریات کا تاریخی مقدار 1913ء میں لکھا، لیکن نے دنیا کی تاریخ کو تین اور اسی میں تسلیم کیا، 1848ء کے انقلاب سے لیکر پیرس کیون 1871 تک (2) پیرس کیون سے روی انقلاب (ناکام) (1905) تک (3) (1905) کے ناکام انقلاب سے تا حال (1913) روس میں 1917ء میں محنت کشون کا انقلاب کامیاب ہو گیا، اس سے اہم تبدیلی رونما ہو گئی اور کارل مارکس کے نظریات کے تاریخی مقدار کا چوتھا مرحلہ شروع ہوا، جو تقریباً 70 سال بعد پیرس کیون سے مماثلت رکھتا ہوا اختتام پذیر ہوا ہے اس کی تاریخ نے درج ذیل سوال اٹھائے ہیں۔

(1) کیا سائنسی سو شلزم ناکام ہو گیا ہے؟

(2) کیا سویت یونین میں سو شلزم ناکام ہو گیا؟

(3) سو شلزم پر عمل برآمد کس حد تک ہوا؟ نہیں ہوا تو کیوں نہیں؟

(4) 1917ء سے لیکر 1956ء تک سویت یونام کی جماعتیت میں زبردست حد تک (چھپی کیسے قائم رہی؟

(5) 1957ء کے بعد Personal Interest کیسے غالب ہوا؟

(6) ریاست رفتہ رفتہ مٹنے کی بجائے طاقت ورکیسے ہوتی گئی؟

(7) 1917ء سے 1990ء تک پرولتاری آمریت کس حد تک قائم رہی؟

(8) مزدور طبقے کے فاسٹنے کی تربجان کیونسٹ پارٹی کیا اپنی مزدور طبقے کی تربجان رہی؟

ہزاروں سوالات یہں جو ہن میں پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کا جواب اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک روی معاشرے حکومت اندرونی معاشری نظام اور کیونسٹ پارٹی کا 1917ء سے لیکر 1990 تک باریک بنی سے تجویز نہ کیا جائے، جو کسی ایک آدمی کے لئے کی بات نہیں ہے، کارل مارکس کے ہونہار "شاگرد" لیکن نے مارکسزم میں قابل قرار اضافی کیا اور اسے ایک تحرک سماجی سائنس کا درجہ دینے میں اہم خدمات سر انجام دیں، سویت یونین کے بکھرنے کی وجہ تک وجوہات سامنے آئی ہیں، ان میں سب سے اہم ترین وجہ پرولتاری آمریت کے نفاذ سے اخراج سے ہے ٹائلکی ساری عمر یہ تبلیغ کرتا رہا کہ روس میں سو شلزم کی سرمایہ داری کی جانب واپسی ناممکن ہے البتہ پرولتاری آمریت کے خلاف ضرور سیاسی انقلاب ہو گا اور ورکرڈیوکری کی قائم ہو گی گور باچوف نے اس ورکرڈیوکری کا اعلان کیا تھا لیکن عملی سرمایہ داری بحال ہو گئی، نتیجہ یہی

کارل مارکس عظیم ناپھر و زگار تھا، اس نے سائنسی سو شلزم کی بنیادیں کھڑی کرتے وقت سماجی ارتقاء اور سماجی سائنس کے جو قوانین دریافت اور مرتب کیئے ان کو تا حال جھلایا نہیں جاسکا، التہبہ یہ ضرور ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف وجوہات الگ الگ سیاق و سماق الگ اگز زمانوں اور ان کی ترقی کے پس منظر میں مزدور طبقہ کو مختلف عارضی شکستوں کا سامانا کرتا ہے، ماقامی اور عالمی بورڈ او ازاں نے مارکسزم کی ناکامی کا ڈھونڈ رائیں میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، پیرس کیون کی 73 روزہ پہلی مزدور حکومت کی ناکامی کے بعد جو کچھ کہا گیا کیا وہ کم تھا؟ یا قبل آیا تو اس میں پیرس کیون کی ناکامیوں کا تذکرہ شامل نہ تھا۔ 1872ء میں کارل مارکس اور اسٹنگلس نے ٹھوک بجا کر کہا کہ گذشتہ پھیپھی رسوس میں حالات میں کتنی بھی تبدیلیاں ہوئی ہوں مگر جو عام اصول اس میں قائم کیئے گئے تھے، وہ بحیثیت مجموعی آج ہی اس قدر صحیح ہیں جتنے پہلے تھے، بعض تصیلات میں اصلاح کی گجاش ہو سکتی ہے، ان بنیادی اصولوں کو عملی جامہ پہنانا جیسا کہ خود میں فیسویں کہا گیا ہے، ہر جگہ ہمیشہ اس وقت کے تاریخی حالات پر مخصوص ہے۔

پیرس کیون سے حاصل ہونے والے نتیجے کا بھی تذکرہ کرتے ہوئے کارل مارکس اور اسٹنگلس نے کہا تھا کہ کیون نے خصوصیت کے ساتھ یہ بات ثابت کر دی ہے کہ مزدور طبقہ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہنی بنا کی ریاستی مشینری کو اپنے ہاتھوں میں محس لے لے اور اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے "مارکس نے یورپ کے سر پر کیوں زم کے بھوت کے منڈلانے کی بات کی تھی، یقیناً یہ بھوت ابھی نہیں ہے بلکہ اب یہ اور شدومہ سے منڈلارہا ہے، پیرس کیون کی ناکامی کے بعد جو بخشنی شروع ہوئی تھیں 1917ء کے بعد وہ عارضی طور پر بند ہو گئی تھی لیکن 1990ء کے بعد سویت یونین کے بکھرنے سے پھر ہی سوال اور بخشنی عمود کر آئی ہے، لیکن تاریخ کے دھارے کو روکا جاسکتا ہے نہ واپس پھیرا جاسکتا ہے اسے تو آگے اور مزید آگے ہی جانا ہے سویت یونین کے ٹوٹنے کی بخش ابھی تکمیل طور پر شروع ہی نہیں ہوئی تھی کہ مارکسزم پر اندر اور باہر سے جملے شروع ہو گئے، ہر کوئی اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ نئے سوال پیدا کرے، سوال پیدا کرنا یا پیدا ہونا اچھی بات ہے، لیکن اس سے زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ مارکسزم کو پڑھا جاتا، مارکسزم کے مطالعے سے تمام ابھام چھپت جاتے گرد بیٹھ جاتی اور ایمان نازہ ہو جاتا۔ کیوں کہ دنیا نہیں اصولوں اور پر مسلسل سفر کرتی چلی جا رہی ہے، جن کی نشاندہی یا دریافتیں مارکسزم کرچکا ہے، پھر Confusion کیوں اور کیسا؟

کارل مارکس کے ذہن میں مرحلہ و انتقال کا نقشہ تھیں تھا، اس کے سامنے یورپ اور امریکہ کی پختہ سرمایہ داری تھی وہ دونوں براعظموں کی پرولتاری فوج ترتیب دیا چاہتا تھا اس پس منظر میں اس کے ذہن میں علاقائی (Regional) اور عالمی انتقال کا نقشہ تھا، اس لیے اس نے نعروہ ہی یہ دیا کہ دنیا بھر کے مزدور ایک ہو جاؤ مارکس کی نظریں اس وقت کے ترقی یافتہ یورپ پر بالعموم اور جرمنی پر بالخصوص الگ ہوئی تھیں اور دنیا کے ثٹ پونچیے دانشوروں نے جرمنی میں انتقال برپا نہ ہونے کو بھی مارکس کی "ناتا کامی" سے تمیز کرنے کی کوشش کیں، حالانکہ یہ عقل کے اندر ہے ہر اس چیز کو اس کے سیاق و سبق اور خاص تاریخی حالات سے الگ کر کے دیکھنے کے عادی ہیں، صرف ایک لمحے کے لیے غور فرمائیں اور اگر اُنکی کساتھ اس صورتحال کا جائزہ لیں کہ پہلی عالمی جنگ میں اگر روس کی پارٹی کے ساتھ ساتھ جرمنی کی پارٹی بھی بات قدم ترقی تو منیج کیا ہوتا؟ اس جنگ سے فائدہ اٹھا کر روس جیسے پسمندہ ملک کی کمزور پارٹی اگر یعنی کی قیادت میں انتقال کر سکتی ہے تو کیا جرمنی کی طاقتور پارٹی کا وہ تکمیل کی قیادت میں اقتدار پر قبضہ نہیں کر سکتی تھی؟ اگر کا وہ تکمیل غداری نہ کرتا اور جرمنی کی پارٹی موقع پرستی کرتے ہوئے حکمرانوں کی گود میں نہ جا گرتی تو جرمنی کے انتقال کو دنیا کوئی طاقت نہ روک سکتی تھی لہجہ بھر کے لیے سوچنے کے جرمنی اور روس کا انتقال اگر بیک وقت ہو جاتا تو دنیا کا نقشہ کیسا ہوتا؟ یعنی نے پہلی عالمی جنگ کو سامراجی جنگ قرار دے کر پرولتاری کو جملے کے لیے مقتضم کیا لیکن جرمنی کی پارٹی اور کا وہ تکمیل نے اس سامراجی جنگ کو تو یہ کسان کے درمیان فرق کو ختم کرنے ان سب کو کام کرنے والے بنا نے کی ضرورت ہے، یہ فوراً جنگ قرار دے جرمنی کے انتقال کو قبضہ کر دیا، نہ صرف یہ بلکہ آسٹریا، اٹلی، فرانس اور برطانیہ تک میں پرولتاری انتقال کی سائنسی محسوس کی جا رہی تھیں لیکن جرمنی کی طرح دیگر یورپی پارٹیاں پہنچی بورژوا نیشنلزم کا شکار ہو گئیں اور انہوں نے یورپ کے مفہوم پرولتاری کے لڑاکا پن کو ختم کر دیا۔

ہمارے ہاں سرمایہ داری کا تصویر بھی برا عجیب و غریب ہے، بعض دوست یورپ کی سرمایہ داری کو بڑا صاف شفاف اور Original جیسے لفاظات سے نواز جاتا ہے، جب کہ پاکستانی سرمایہ دار طبقے کے بارے میں پلاٹ مافیا قسم کے الفاظ استعمال کیتے جاتے ہیں، ہم غیر سانسکریت ہجڑے کے عادی ہو گئے ہیں اور اپنی پسند ناپسند کے مطابق متناسق حاصل کرنا چاہتے ہیں، ایسا کرتے وقت ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یورپ کے لہرتے ہوئے سرمایہ دار نے کبھی بھی محض شریانہ یا ترقی پسند سرمایہ داری نہیں کی، بھری نڈزا کی نوا آبادیاتی لوٹ مار قتل و غارت غلاموں کی تجارت سمیت بے شمار گھنٹا نے کام سر انجام دیئے، جب کہ ہمارے ہاں کام سرمایہ دار قومی خزانے کی لوٹ مار سمیت دولت جمع کرنے کے تمام حرabe آزمائے تو کونسا انوکھا کام ہے؟ یہ تو جملہ معتبرہ تھا وہ اپس موضوع کی طرف پلتے ہیں، یہ سمجھنا کہ روئی میثاق کے ڈھنے جانے سے 1917ء کے سو شہزاد کا تجربہ ناکام ہو گیا ہے، سو فیصد درست نہیں ہے بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ کیا روئی میثاق سو شہزاد پر استوار تھی؟ اس بات کا جائزہ کسی بھی دانشور نے سمجھی گئے نہیں لیا بلکہ صرف سرمایہ داری کے تباہ کن پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر سوچنا شروع کیا ہے، روس میں کامریڈ اسلام کے دوران میں پوری دنیا کے مقابلوں میں تیز ترین ترقی تھی، جس کا تسلسل اس کے چند سال بعد تک جاری رہا، اس وقت عام روئی انسانوں کا جنمائی کاموں کی طرف کوئی چیز راغب کرتی تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ سو شہزاد ہو یا کوئی دوسرا طریقہ پیداوار (Mode of Production)

نکلا کہ پرولتاری آمریت پر عملدرآمد جاری رہتا تو یہ دن نہ دیکھنے پڑتے، یعنی نے اپنی میسیوں تصانیف میں سب سے زیادہ زور پر پرولتاری آمریت پر ہی دیا ہے روس میں پرولتاری کی ڈکٹیٹر شپ کو لازمی طور پر بعض خصوصیات میں مقابله ترقی یافتہ ٹکلوں کے ہمارے ملک کی بہت زیادہ پسمندگی اور پہنچی بورژوازی نوعیت کی وجہ سے مختلف ہونا چاہیئے لیکن بنیادی طاقتیں اور سماجی معیشت کی بنیادی شکلیں روس میں بھی وہی ہیں جو کسی سرمایہ دار ملک میں ہیں اس لیے خصوصیات کا تعلق صرف ان باتوں سے ہو سکتا ہے جو زیادہ اہم نہیں ہیں، سماجی معیشت کی بنیادی شکلیں یہ ہیں۔

سرمایہ داری اشیاء تجارت کی چھوٹی پیداوار اور کیمیوزم یہ بنیادی طاقتیں بورژوازی پہنچی بورژوازی (خصوصاً کسان) اور پرولتاری ہیں، پرولتاری کی ڈکٹیٹر شپ کے دور میں روس کی معیشت کا فایہ اشیاء تجارت کی چھوٹی پیداوار کے خلاف اور ابھی تک باقی بھی تکمیلی اور اشیاء تجارت کی چھوٹی پیداوار کی بنیاد پر پھر سے ابھرنے والی سرمایہ داری کے خلاف محنت کی جدوجہد ہے، یعنی مزید کہتا ہے کہ سو شہزاد کا مطلب طبقات کو ختم کرنا، طبقات کو ختم کرنے کے لیے پہلے جا گیر داری اور سرمایہ داری کا تختہ اللہ لالہ ہے، ہمارے فریضے کا یہ حصہ پورا کیا جا چکا ہے لیکن یہ صرف ایک حصہ ہے اور علاوہ بریں سب سے زیادہ ٹھیک حصہ نہیں ہے، دوسرے طبقات کو ختم کرنے کے لیے مزدور اور کسان کے درمیان فرق کو ختم کرنے ان سب کو کام کرنے والے بنا نے کی ضرورت ہے، یہ فوراً نہیں کیا جاسکتا، یہ فریضہ ایسا نہیں جو کسی طبقے کو ختم کرنے سے حل ہو جائے یہ صرف پوری سماجی معیشت کی تنظیمی تعمیر نو سے افرادی وغیرہ متعدد اشیاء بجا دل کی چھوٹی پیداوار سے بڑی سماجی پیداوار میں عبور سے ہیں ہو سکتے ہیں، ایسا عبور لازمی طور پر غیر معمولی طویل ہوتا ہے ایسے عبور میں جلد بازانہ اور بداحتیاطی اور قانونی اقدامات سے ہی تاخیر اور یچیدگی ہو سکتی ہے، اس عبور میں تیز رفتاری محض کسانوں کی ایسی امداد سے ممکن ہے جو ان کی ساری کاشتکاری کی تکنیک میں زبردست ترقی کی حامل اور اس تکنیک کی بنیادی طور پر تکمیل نوکرے۔

فریضے کے دوسرے اور انتہائی مشکل حصے کو حل کرنے کے لیے بورژوازی کو شکست دینے کے بعد پرولتاری کو مندرجہ ذیل بنیادی لائن پر کسانوں کے لیے اپنی پالیسی کو اٹل طور پر چلانا چاہیے، پرولتاری کو چاہیے کہ وہ محنت کرنے والے کسان کو صاحب ملکیت کسان سے کام کرنے والے کسان کو خوردہ کسان سے محنت کرنے والے کسان کو نفع خور کسان سے علیحدہ کرے، اس کی حد میں تقریباً اس حد بندی میں سو شہزاد کا سارا جو ہر ہے سو شہزاد کا مطلب طبقات ختم کرنا ہے پرولتاری کی ڈکٹیٹر شپ نے طبقات کے خاتمے کے لیے وہ سب کچھ کیا ہے جو وہ کر سکتی تھی، لیکن طبقات کو فرا ختم کرنا ہے، پرولتاری کی ڈکٹیٹر شپ کے دور میں طبقات باقی ہیں اور باقی ہیں اور باقی رہیں گے، جب طبقات غائب ہو جائیں گے تو ڈکٹیٹر شپ کی ضرورت نہیں رہے گی، پرولتاری کی ڈکٹیٹر شپ کے بغیر وہ غائب نہیں ہوں گے۔

ہمارے اکثر ساتھیوں نے پرولتاری ڈکٹیٹر شپ کے مسئلے کو صرف اور صرف جمہوریت (وہ بھی سرمایہ دارانہ) کے ساتھ جوڑ کو دیکھا ہے، وہ اس کے طبقاتی پہلو کو یا تو بھول جاتے ہیں یا نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن نے اس مسئلے کو مزید اس طرح نکھارا ہے طبقات باقی ہیں لیکن پرولتاری کی ڈکٹیٹر شپ میں طبقاتی جدوجہد غائب نہیں ہو جاتی وہ محض دوسری صورتیں اختیار کر لیتی ہے۔

ایک دوسرے کے غلاف صاف آ را ہیں؟

1847ء میں جب یہ الفاظ کارل مارکس نے تحریر کئے تھے تو اس وقت یورپ میں کلاسیکل سرمایہ داری آج سے یقیناً پسمندہ تھی لیکن آج کے پاکستان سے پھر بھی ترقی یافتہ معاشرے تھے، پاکستان میں جدید سرمایہ دارانہ ترقی کے نتیجے میں سماج کی جو بنتر بن رہی ہے اس میں طبقاتی چیزیں ختم ہوتی جا رہی ہے اور پروتاریہ کا کردار واضح تھا میں آ رہا ہے۔

کچھ دوست جدید آٹو میشن کو بہت بڑا مشکل قرار دے رہے ہیں اس سوال کو بھی تھا کہ ضرورت ہے، یہ بات اپنی جگہ عین حقیقت ہے کہ ایسی یہیں الو جی معرض وجود میں آ جھی ہے جو بقول مارکس انسان کو پیداواری عمل سے باہر کر دے اب اس یہیں الو جی کو متعارف کرو کر سرمایہ داری اپنی موت پر خود سخت کر سکتی ہے آٹو میشن کی یہ جدید یہیں الو جی سرمایہ داری کے قبضے میں ہے اور یقین طور پر وہ اسے متعارف نہیں کرو رہی ہے بلکہ صرف مارکیٹ کی ضرورت کے مطابق اس سے خاص حد تک استفادہ کر رہی ہے، کیا سرمایہ داری آٹو میشن یہیں الو جی کو مکمل استعمال کرنے کا Risk لے سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

کیونکہ اس سے انسان پیداواری عمل سے مکمل باہر ہو جائے گا اور اس صورت میں اس کی جملہ ضروریات سرمایہ داری کیسے پوری کرے گی؟

یہ کام صرف کیونٹ اور کیونزم کے تحت ہی ہو سکتا ہے، جو جدید یہیں الو جی کو مکمل طور پر لا گو کر کے انسان کو پیداواری عمل سے باہر کر دیں، اور وہ وقت منبت یعنی سے آزاد ہو جائے، یہ یقیناً کیونزم کی اعلیٰ شکل ہو گی ہمارے اکثر کامر یہ جا گیر داری اور سرمایہ داری طرز پیداوار سے تو کی حد تک واقع ہوتے ہیں، لیکن وہ سو شکست اور کیونٹ طرز پیداوار سے نا آشنا ہیں، ہمارے یہ احباب بھول جاتے ہیں کہ سو شکم کی ضروری شرائط سرمایہ داری کے تحت یعنی اعلیٰ پیمانے کے تحت صورت پذیر ہوتی ہے، وہ قوت بھی جو سو شکم کی تعمیر کرنے والی ہوتی ہے یعنی مزدور طبقہ سرمایہ داری کے تحت ہی صورت پذیر ہوتا ہے بھی وجہ ہے کہ پسمندہ کم ترقی یافتہ اور ناپختہ سرمایہ دار ملکوں میں مرحلہ دار انقلاب کے فلسفے واپسیا گیا۔ اور یعنی نے جو Mix Economy کی بات کی تھی وہ ایسے ہی نہیں تھی، لیکن کاہنا بالکل جبا ہے کہ اصل سوال یہ ہے کہ بر اقتدار طبقہ کون سا ہے؟ اگر بر اقتدار سرمایہ دار ہو تو پھر ریاستی ملکیت سرمایہ دارانہ ملکیت کے قریب تر ہوتی ہے بھی وجہ ہے کہ روس اور مشتری یورپ میں پروتاری آمریت کو جب خیر آباد کیا تو ریاستی ملکیت کو سرمایہ دارانہ ملکیت بننے میں دیر نہ گی، لیکن جیتن ویت نام، کیوبا، شنالی، کوریا میں پروتاری آمریت قائم ہے اور جیتن کی کیونٹ پارٹی نے سرمایہ داری اور سو شکم کے درمیانی مرحلے کو لیکن میں Mix Economy کے عالمی ہونے کے ساتھ ساتھ ملکیت کا چند سے چند ہاتھوں میں اجتماع ہے۔

”بورڈوں سے جدید سرمایہ داروں کا ایک طبقہ مراد ہے جو سماجی پیداوار کے ذرائع کے مالک ہیں اور مزدوروں سے اجرت پر کام لیتے ہیں، پروتاریہ موجودہ زمانے کا اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کا طبقہ ہے جس کے پاس اپنا کوئی ذریعہ پیداوار نہیں ہے اور جسے زندہ رہنے کے لیے اپنی قوت منبت بھی پڑتی ہے۔

پیداوار کی ترقی کا عمل اسی وقت جاری رہ سکتا ہے، بشرطیکہ پیداوار کی مارکیٹ میں مسلسل توسعہ ہوتی رہے، یاد رہے سرمایہ داری اور سو شکم میں مارکیٹ میں توسعہ کا صورت بھی مختلف ہے، روس

اپنی مخفصر ترین بیرونی منڈی کی حد تک پیداواری قتوں کو جتنی ترقی دے سکتا تھا، وہ اس نے دی، تکنیک کو ترقی دینے کا مشکل بھی مارکیٹ سے جزا ہوا ہے، روس میں اگر پروتاری آمریت قائم رہتی تو ہر انسان کو بہتر سے بہتر اور فراشیاء کی فراہمی سے مارکیٹ میں توسعہ کی جا سکتی تھی، لیکن نے کیا خوب کہا تھا کہ ہمارے بیان بورڈو ایزی پر فتح حاصل کر گئی ہے، لیکن اس کو جزو نہیں اکھڑا گیا ہے، وہ تباہ نہیں ہوئی ہے اور آخر تک توڑی بھی نہیں گئی ہے، اس لیے ہمارے سامنے بورڈو ایزی کے خلاف جدوجہد کی نیزی اور زیادہ اونچے پیمانے کی صورت ہے، سرمایہ داروں کی ملکیت کی بھی طبیعی کے بہت بھی سادہ طریقے سے گذر کر ایسے حالات پیدا کرنے کی کہیں زیادہ پیچیدہ اور مشکل فریضے تک لے جانا ہے، جن میں نہ تورڈو ایزی کا جو ممکن رہے اور نہ وہ پھر ابھر سکے۔ لیکن ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے اس پر مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ ہم نے سو شکم کی طرف عبور صرف شروع کیا ہے لیکن اس سلسلے میں ابھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں کی ہے فیصلہ کن بات پیداوار اور سامان کی تقسیم پر انتہائی تخت اور کل قومی حساب کتاب اور کنشروں کی تنظیم ہے اور پھر ان کا رخانوں معيشت کی ان شاخوں اور شعبوں میں جو ہم نے بورڈو ایزی سے ملی ہیں، ہم حساب کتاب اور کنشروں کی تک نہیں کر پائے ہیں لیکن اس کے بغیر سو شکم کو رانگ کرنے کے لیے یہ شرط انتہائی ضروری ہے حساب کتاب کی اس تنظیم میں پروتاری طبقے کا پڑھا لکھانہ ہونا آڑے آیا اور لیمن کہتا ہے کہ ہمیں سرمایہ دار طبقے کے لوگوں کو بھاری معاوضہ پر رکھنا پڑا، ایک اور سوال بھی مختلف دوستوں کے ذہنوں میں اہل رہا ہے وہ یہ کہ کیا پروتاری کا کردار سماجی تبدیلی میں ختم یا کم ہو گیا ہے اس سوال کے جواب کے لیے مارکزم کو پڑھنے کی ضرورت ہے اور خاص طور پر جدی و تاریخی مادیت پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اگر پروتاریہ کا کردار ختم ہو جائے تو کیا سرمایہ دار کا کردار باقی رہے گا؟ پاکستانی ریاست میں جا گیر دارکار سیاسی و معاشی اور طبقاتی کردار اگر زوال پذیر ہے تو کسان (مزراع) بھی یہ کیزیروں کا بیکار ہو چکا ہے، پروتاریہ کے کا اسیکل کردار کا زمانہ توا ب آیا ہے جب دنیا عالمی انقلاب کی طرف بڑھ رہی ہے، غلام داری سے جا گیر داری کے عہد میں ایک خاص حد تک محنت اور سماجے کا ارتقاء و اجتماع ہوا جا گیر داری سے سرمایہ داری کے عہد میں ملکیت اور سماجے کی کمکری ہوئی شکلیں، سمجھا ہوئیں اور محنت کا بہت بڑے پیمانے پر اجتماع وقوع پذیر ہوا، موجودہ عہد سرمایہ داری سے کیونزم کی طرف کا دور ہے، اس دور کی خاص بات سرمایہ اور محنت کے عالمی ہونے کے ساتھ ساتھ ملکیت کا چند سے چند ہاتھوں میں اجتماع ہے۔

”بورڈو سے جدید سرمایہ داروں کا ایک طبقہ مراد ہے جو سماجی پیداوار کے ذرائع کے مالک ہیں اور مزدوروں سے اجرت پر کام لیتے ہیں، پروتاریہ موجودہ زمانے کا اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کا طبقہ ہے جس کے پاس اپنا کوئی ذریعہ پیداوار نہیں ہے اور جسے زندہ رہنے کے لیے اپنی قوت منبت بھی پڑتی ہے۔

میرے ذہن میں قطعاً کوئی ابھام نہیں ہے کیونکہ سو شلسٹ معیشت کی اساس بڑے پیانے کی مسلسل فروغ پاتی ہوئی مشینی صنعت پر ہے جو جل اور کیمیا کے وسیع استعمال نیز ایٹھی تو انہی کے استعمال پر اور مجموعی مشین کاری اور خود کاری یت پرمنی ہے روس میں پرولتاری آمریت کے غداروں اور ردا انقلاب کرنے والوں نے سو شلسٹ معیشت کے سب سے بڑی غصر خود کاری یت کو بریکیں لگادیں، موجودہ عہد کی سرمایہ داری نے بھی خود کاری یت کو جزو طور پر بریکیں لگائیں ہیں جسکی وجہ سے وہ اپنا توازن قائم رکھے ہوئے ہے سو شلسٹ معیشت میں پیداواری قتوں کی مسلسل ترقی وسائل پیداوار اور عوام کی مہارت کی مسلسل بہتری لازمی شرط تھی جسے پورا نہ کیا گیا پورا کیے کیا جاتا؟ ردا انقلاب اور سرمایہ دار قتوں میں 1956ء میں روس پر خاموشی سے قبضہ کر چکی تھیں، کیونکہ پارٹی اور برس اقتدار پرولتاری کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا اور آئندہ بھی رکھنا پڑے گا کہ پیداواری قتوں کی ترقی بہت زیادہ تیز رفتاری سے ہوتی ہے جب کہ پیداواری تعلقات ان کی تیز رفتاری کا ساتھ نہیں دے پاتے جس سے دونوں کے مابین تضاد کی حالت جنم لیتی ہے یہ ضروری ہے کہ فرسودہ کڑیوں کوئی کڑیوں سے بدلتا جائے۔ کامریڈ سائن کے زمانے میں جب زرعی تکنیک میں بے پناہ اضافہ ہوا تو چھوٹے پیانے کے زرعی فارموں میں جدید مشینی کا استعمال ناممکن ہو گیا، اگر اس تضاد کو دور کیا جاتا تو پیداواری قتوں کی ترقی رک جاتی (جیسا کہ اب پاکستان میں ہو رہا ہے) اور پیداواری بڑھ پاتی، اس وقت کی کیونکہ پارٹی نے بڑے پیانے کے زرعی اجتماعی فارم بنا کر ترقی یافتہ پیداواری قتوں سے استفادہ کر لیا اور تضاد دور ہو گیا، دوسرا طریقہ یہ تکنیک کو تکنیک کو متعارف نہ کرایا جاتا اور کم پیداوار سے سمجھوتہ کرایا جاتا۔

پیداواری قتوں کی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ کائنات کی کوئی حد نہیں ہے پیداواری قتوں غلام داری، جاگیر داری اور سرمایہ داری عہد میں مسلسل ترقی کرتی رہی ہیں اور یہ عمل سو شلسٹ اور کمیونزم میں بھی جاری رہے گا، فرق صرف یہ ہے کہ برس اقتدار طبقہ اگر پرولتاری یہ ہو تو وہ اس ترقی کے نتیجے میں جو تضاد پیداواری قتوں کا پیداواری تعلقات کے ساتھ بنے گا اسے انسانیت کے حق میں حل کرے گا، بے شک پرولتاری یا ملک میں برس اقتدار ہو جہاں ابھی جدید ترین اور خود کاری پرمنی صنعت وجود میں نہ آئی ہو، لیکن اگر برس اقتدار طبقہ سرمایہ دار ہو تو وہ نہ صرف پیداواری قتوں کی ترقی کے عمل کا ایک خاص حصہ رکھے گا بلکہ اس تضاد کا تھالی طبقوں کے مقابلہ ہی حل کرنے کی کوشش کرے گا، اس لئے پسمندہ اور کم ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں اور بھی ضروری ہے کہ پرولتاری کو جب بھی موقعہ مل اقتدار بر قبضہ کرے تاکہ نہ صرف پیداواری قتوں کی ترقی کا عمل تیز کیا جاسکے بلکہ جہاں کہیں بھی وہ پیداواری تعلقات کے ساتھ تضاد کی نوعیت میں آئیں پرولتاری سے فراؤ در کر سکے۔

خود کاریت اور کمیونزم کی منزل

مارکسزم کے اس تذہنے کہا تھا کہ جس طرح سارماج سرمایہ داری کی انتہائی شکل ہے اسی طرح مادی اور فتنی بندیوں کی انتہائی ترقی اور سماجی پیداوار کی عظیم ترقی کے بغیر کمیونزم میں داخل نہ ہوا جاسکے گا، کچھ دستوں کو خود کاریت سو شلسٹ اور کمیونزم میں جو ہم آئنگی ہے وہ نظر نہیں آ رہی ہے، یہ تو بالکل سیدھا سوال ہے پیداواری قتوں میں خود کاریت کے دور میں داخل ہو گئی ہیں، خود کاریت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی بہت بڑی تعداد کو پیداواری عمل سے چھکا رامل جائے گا لیکن اس

کے پہلے انقلاب برپا کیا جائے پھر اقتدار قائم ہو اور پھر پیداواری تعلقات کو تبدیل کیا جائے، خاص طور پر پیداوار کے سماجی کردار اور ملکیت کی نجی شکل کے درمیان تضاد کو آسانی سے دور کر لیا جائے گا، بورژوازی اور پرولتاری یہ کے درمیان لڑائی میں اگر برس اقتدار طبقہ سرمایہ دار یا ریاست میں سرمایہ دار اور پرولتاری ریاست میں پرولتاری کا الگ نتیجہ بآمد ہوگے اس لئے چین یا کسی اور ملک میں مسئلہ سرمایہ داری کی محالی کا نہیں ہے؛ بلکہ سوال یہ ہے کہ پیداوار کو آسانی سے ترقی دی جائے کہ پیداواری قتوں اور پیداواری تعلقات کے درمیان تضاد کو لکر کو آسانی سے سماجی ملکیت میں تبدیل کر کے اس تضاد کو حل کر لیا جائے گا، کیونکہ پیداواری تعلقات مادی پیداوار کا ایک جزء لا یہ نک ہوتے ہیں، چنانچہ ایک خاص تاریخی طرز پیداواری قتوں اور ان سے مطابقت رکھنے والے پیداواری تعلقات کے درمیان ناقابل تکثیت اتحاد سے ہی ترقی کا عمل جاری رہ سکتا ہے پاکستان سمیت تیری دنیا کی صورت حال اور ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کو الگ الگ کر کے تجزیہ کرنا پڑے گا، ترقی یافتہ سرمایہ دار ملک سو شلسٹ انقلاب کے دروازے تک پہنچ چکے ہیں لیکن وہاں کا حکمران سرمایہ دار طبقہ تیری دنیا کے وحشیانہ استھان کی قیمت پر اپنا اقتدار قائم رکھے ہوئے ہیں، ورنہ وہاں پر پیداواری قتوں اور پیداواری تعلقات میں تضاد کی نوعیت اور شدید ترین ہو جائے۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ پیداواری تعلقات محروضی طور پر انسانوں کی منشائی اور مرضی سے آزاد تکمیل پاتے ہیں پیداواری سلسلہ عمل انسانوں کی منشائی اور مرضی سے آزاد تکمیل پاتے ہیں پیداواری سلسلہ عمل میں انسانوں کے مابین میمیز تعلقات صرف اس وقت ظہور پذیر ہوتے ہیں اگر وہ پیداواری قتوں میں جن سے یہ تعلقات مطابقت رکھتے ہوں پہنچتے ہو گئی ہوں طرز پیداوار خود اپنے اسباب کی بناء پر اپنی جدیات کی بناء پر نشوونما پاتا ہے سو شلسٹ یعنی طور پر ایک اعلیٰ طرز پیداوار ہے اور اعلیٰ تر طرز پیداوار کم درجے کی پیداواری قتوں پر کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے؟ طرز پیداوار جا گیر دارانہ، سرمایہ دارانہ، سو شلسٹ یا کمیونٹ ہو وہ پیداوار کے دو پہلوؤں (1) پیداواری قتوں اور (2) پیداواری تعلقات کا کل مجموعہ ہوتا ہے تیری دنیا کے ملکوں میں جہاں پر پیداواری قتوں میں پسمندہ ہیں، وہاں پر پیداواری قتوں کی ایک خاص سطح ترقی سے قبل اگر پرولتاری اقتدار پڑے تو اسے یقینی طور پر مرحلہ واریت کا استھانیکرنا پڑے گا آج کے دور میں One Country Two System Mix Economy اور کی شکل میں اختیار کرنا پڑے گا کیونکہ پیداواری قتوں ہی پیداواری تعلقات کو وجود میں لاتی ہیں اور ان کا تعین کرتی ہیں لیکن ایک خاص وقت میں موجود پیداواری قتوں کی صرف ایک خاص قسم کے ہی پیداواری تعلقات کو وجود میں لاتی ہیں جو ان قتوں کی اندر ہونی نظرت سے مطابقت رکھتی ہیں۔

جو بھی طرز یا طریقہ پیداوار پیداواری قتوں کی ترقی کی رفتار روکے گا یا پیداواری تعلقات اور پیداواری قتوں کے درمیان تضاد کو عارضی طریقہ سے حل کرنے کی کوشش کرے گا وہ ائمۃ قائم نہیں رہ سکتی، سابقہ سویت یونین کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے پرولتاری آمریت کو خیر آباد کہنے کے بعد وہاں کی پیداواری قتوں اور پیداواری تعلقات کے درمیان رشتہ سو شلسٹ شکل اقتیارہ کر سکے، نتیجہ تباہی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

داری میں سے ہی ابھرے گا اور اس سماجی طاقت کے عمل کے مل بوتے پر ابھرے گا جسے خود سماج داری نے جنم دیا مارکس نے کمیونزم کے سوال کو ہمیشہ قدرتی سائنس دان کی طرح اٹھایا، جس طرح وہ کسی بھی حیاتیاتی چیز کے متعلق بحث کرتا ہوا کہ اس کی ابتدائیں تھیں اور جو تبدیلیاں اس میں رونما ہوتی جا رہی ہیں ان کا رخ اس طرف ہے۔

مارکزم کو نہ پڑھنے اور نہ سمجھنے سے ایک الیہ یہ ہوا کہ پاکستان جیسے ملکوں میں

مارکسٹ تحریک اور پارٹیوں کی قیادت مارکزم کے ان پڑھوں کے ہاتھ میں آگئی ہے، سرمایہ داری اور خود کاریت کی لیگا اور 1990ء کی پسپائی دیکھ کر ماڈیسی کے غلبے کے سوا ہمارا راستہ کیا ہو سکتا تھا؟ مارکزم کے درج ذیل نکات ہمیشہ یاد رہنے چاہیے۔

(1) سرمایہ داری کی عمارت جا گیر داری کے ہندرات پر رکھی گئی لینک

(2) سو شلزم یا کمیونزم کی عمارت سرمایہ داری کے ہندرات پر نہیں بلکہ اس کے اندر سے اور اس کی ترقی کی ایک خاص سطح پر استوار ہوگی۔

(3) سرمایہ داری زوال پذیر ہے کا ہمیشہ غلط مطلب سمجھا گیا، ہم نے اس کا مطلب یہ نکالا کہ پیداواری قتوں میں پسمندگی کے نتیجے میں سرمایہ داری کو زوال آجائے گا حالانکہ مارکزم کی روشنی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ پیداواری قتوں کی ترقی (جو سرمایہ داری کے عہد میں اس کی ترقی تصور ہو گئی) کے نتیجے میں اس کا زوال لیقی ہے اور پیداواری قتوں کی ترقی کی وہ انتہائی سطح جہاں پر پیداواری تعلقات کی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے، بصورت دیگر ترقی کا عمل روکنا پڑتا ہے، یہ وہ بنیادی مقام ہے جس سے سرمایہ داری کی زوال پذیری کا مطلب لیا گیا ہے۔ کارل مارکس نے گوئی پروگرام پر تقدیم کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”سرمایہ داری سماج اور کمیونسٹ سماج کے درمیان ایک ایسا دور پڑتا ہے جو پہلے کے دوسرے میں انقلاب میں انقلابی طور پر تبدیل ہو جانے کا نام ہے۔“ اس دور کے مطابق سیاسی عبوری سیاسی دور بھی ہوتا ہے جس میں ریاست پر ولادی کی انقلابی ڈلٹیٹر شپ کے سوا اور کچھ ہوئی نہیں کتی، اب سوال ذرا مختلف طریقے سے پیش کیا جاتا ہے ”سرمایہ داری سماج جو کمیونزم کی طرف بڑھتا جا رہا ہے اس کا کمیونسٹ سماج میں تبدیل ہو جانا اس وقت تک ناممکن ہے جب کہ ایک سیاسی عبوری دور نہ اڑا جائے، اور اس دور میں ریاست کی معیشت صرف پر ولادی کی انقلابی ڈلٹیٹر شپ ہو گئی، مارکس نے لاسال کے خیال کارپوڑی کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہاں جس چیز سے بحث ہے وہ کمیونسٹ سماج ہے ایسے نہیں جیسے کہ خود اپنی بنیادوں پر کھڑا ہو بلکہ اس کے خلاف سرمایہ داری سماج سے تازہ تازہ ابھرا ہوا راس طرح معاشی ہوا خلاقی ہو یا ذہنی ہر لحاظ سے اس پر اسی پرانے سماج کا جنم داغ باقی ہو گا جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز سے انسانی ترقی کی رفتار میں موجود رفتار سے کئی گناہ اضافہ ہو جائے گا، ماضی میں جو ترقی صدیوں میں ہوتی وہ اب کے چند سالوں کی بات ہو گئی، خود کاریت کے عمل میں سرمایہ داری جتنا چاہیے گی اضافہ کرے گی لیکن فتنی ترقی کی رفتار اگر مکمل طور پر نافذ کر دی گئی تو انسان پیداواری عمل سے باہر ہو جائے گا۔ پیداواری قتوں کی ترقی کی ایسی ہی سطح پر مارکس نے کمیونسٹ سماج کے اعلیٰ مرحلے کی بات کیا مسئلہ ہے جس کی بنیاد پر آئندہ کمیونزم کی ترقی کے سوال پر بحث کی جا سکتی ہے؟ اس کی بنیاد یہ ہے کہ سرمایہ داری میں ہی اس کا ابتدائی سرچشمہ ہے وہ تاریخی اعتبار سے سرمایہ

کے ساتھ جو ابھام پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ پرولتاریہ کی پیڈا اُش کی رفتارست اور کم ہو جائے گی؟

خود کاریت کا سوال سرمایہ داری اور کمیونزم دونوں کے لیے قبل غور ہے، خود کاریت پیداواری قتوں کی ترقی کی اعلیٰ ترین شکل ہے، خود کاریت پر مکمل عمل کرنے سے پیداواری قتوں اور

پیداواری تعلقات میں جو شدید تضاد اور مکمل اور پیدا ہوتا ہے، پیداواری کی سماجی طور پر تقسیم کے بغیر دور نہیں ہو سکتا، سرمایہ داری، منڈیوں کی توسعہ، ٹیف میں کمی اور خود کاریت کے محدود استعمال سے

اس تضاد کو عارجی طور پر معاندانہ بنانے سے روکنے کی کوشش کر رہی ہے اس عہد کے وسائل پیداواری کی نجی ملکیت کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اگر خود کاریت مکمل طور پر نافذ کر دی جائے تو انسانوں کی بڑی تعداد کام سے فارغ ہو جائے گی جو سرمایہ داری کے عہد میں بے روزگاری پہلی جائے گی قوت خریخت ہونے کے قریب چلی جائے گی، منڈیاں سکر کر رہے جائیں گی، جب کوئی خریدار نہیں ہو گا تو پیداواری کیسی؟ تیسرا دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی سے سرمایہ داری کو والبته کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے بتیجاً اس تضاد کو دو ہی طریقوں سے دور کیا جا سکتا ہے (1) یا تو خود کاریت کے

نفاذ پر کامل روک لکا دی جائے یا پھر وسائل پیداوار کو عمومی ملکیت میں لیکر تقسیم پیداوار کا اجتماع نظام اپنایا جائے۔ دوسرا سوال جو کچھ کامریڈوں کے ذہن میں ہے کہ خود کاریت کے عمل سے پرولتاریہ کی افزائش ست بڑھائے گی یا پھر اب پرولتاریہ کوں ہو گا؟ کیا یہ اصول طے ہو سکتا ہے کہ ملک میں کل آبادی کا اتنے فیصد پرولتاریہ ہو گا انقلاب جائز ہو گا ورنہ نہیں؟ نہیں دی سوال پرولتاریہ کے فلسفے کا ہے تعداد کا نہیں، جو ملک صحنی طور پر سماں ہوتے ہیں وہاں پر مرحلہ وار انقلاب کی حکمت عملی اس لئے نہیں اپنائی جاتی کہ وہاں پر پرولتاریہ کی مطلوب تعداد دستیاب نہیں ہے بلکہ مرحلہ واریت اس لئے اختیار کی جاتی ہے کہ پیداواری قتوں میں سپمنانہ ہوئی ہیں یا کم ترقی یافتہ ہوئی ہیں، اور سرمایہ داری کے زیر اشیا زیر قیادت یا زیر کنٹرول پیداواری قتوں کی نشوونما بڑھو تری یا ترقی کی بجائے یہ سارا عمل پرولتاریہ اپنی قیادت اور حکومت میں کرتا ہے اور جب پیداواری قتوں سو شلسٹ اصولوں پر استوار کر لیتا ہے خود کاریت کے دور میں پرولتاریکی شکل و صورت کیا ہو گی؟

مدت ہوئی کارل مارکس اس کا جواب دے چکا، پرولتاریہ موجودہ زمانے کا اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کا طبقہ ہے جس کے پاس اپنا کوئی ذریعہ پیداوار نہیں ہے اور جسے زندہ رہنے کیلئے اپنی قوت محنت پہنچی پڑتی ہے اب یہ تم پر محصر ہے کہ آج کے دور کے مطابق ہم قوت محنت پہنچے والوں کی تعریف کیا کرتے ہیں وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ وہ جسمانی قوت پہنچے ہوں یا یعنی کارل مارکس نے اپنی تمام تحریروں میں کسی جگہ لفظ سو شلزم استعمال نہیں کیا اس نے ہمیشہ کمیونزم کی بات کی العیب کمیونزم کے کئی ایک م حلبوں کا ذکر ضرور کیا، یعنی کمیونزم کا ابتدائی درمیان اور اعلیٰ مرحلہ لیعن

اور دیگر مارکسی دانشوروں نے کارل مارکس کے ابتدائی کمیونسٹ سماج کو سو شلزم کا نام دیا، مارکس کے پورے نظریہ ارتقاء آج کی سرمایہ داری پر اطلاق کرنا ہے، اس کی باقاعدہ مکمل سوچی سمجھی اور بھرپور شکل میں قدرتی طور پر مارکس کے سامنے اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس نظریے کو دونوں صورتوں پر منطبق کر کے دکھائیں سرمایہ داری کے ہونے والے خاتمے پر آئندہ کمیونزم کی ترقی پر لین گہتا ہے کہ تو پھر وہ کیا مسئلہ ہے جس کی بنیاد پر آئندہ کمیونزم کی ترقی کے سوال پر بحث کی جا سکتی ہے؟

اس کی بنیاد یہ ہے کہ سرمایہ داری میں ہی اس کا ابتدائی سرچشمہ ہے وہ تاریخی اعتبار سے سرمایہ

فلسفے اور پرولتاری ڈکٹیٹر شپ سے انحراف نہ کر سکیں تاکہ ردانقلاب کے امکانات کم سے کم ہوتے جائیں۔

3- دنیا کو ایک نئی اخلاقی نسل کی اشد ضرورت ہے، اس عالمی تنظیم کے خاکے اور خود خال پر غور کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

آئندہ دو تین عشروں میں پاکستان میں ہمہ قوم کی اندر سڑلا یزیش کے امکانات بہت واضح ہیں جس میں سے ایک قابل حصہ خود کاریت پر بھی نئی ہو گا، ہمارے لئے آج بھی پرولتاری یہی واحد قابل بھروسہ نجات دہنہ اور سانسی سو شلزم کا علمبردار طبقہ ہے پیداواری قوتوں کی ترقی نے جو شاندار کارنا نام سر انجام دیا ہے وہ یہ ہے کہ آج کا پرولتاری نہ صرف جدید ترین مشین پر جسمانی کام کرتا ہے بلکہ، بہت بڑی تعداد ہفتی پرولتاری اور اس کے معاونین (دانشور پر تین) معرض وجود میں آچکی میں ہر دو قوم کا پرولتاری ماضی کے ان پڑھا اور جاہل پرولتاری سے مختلف ہو گا۔

پرولتاری کے فلسفے کے وجود میں آجائے کے بعد اس بات کی قطعاً اہمیت باقی نہیں رہتی کہ پرولتاری کی کتنی بڑی تعداد موجود ہے یا نہیں، اصل سوال یہ ہے کہ پرولتاری یہ طبقہ سے مراد پرولتاری کے فلسفے کی حامل پارٹی ہوتی ہے جو فلسفے سے نا آشنا پرولتاری کو آشنا فراہم کرنے اور معنوں کرنے کا فریضہ سر انجام دیتی ہے تو پھر کیا کیا کیا جائے؟ اس کا جواب تو کوئی لینن ہی دے سکتا ہے۔

نتیجہ!! ہم مارکسزم کو پڑھے بغیر مارکسٹ تحریک کا حصہ بننے تھے اور اب پھر اسے پڑھے بغیر راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں یا کوئی نئی راہ تلاش کرنا چاہتے ہیں، ایسے کام نہیں بنے گا۔ 1- پارٹی کی اکثر اعلیٰ وادی قیادت اور کارکن مارکسزم لینن ازد اور سائیکلک سو شلزم کی الف ب سے بھی آشنا نہیں ہیں، یہ آشنا ہی اصل کام تھا جو آج تک نہ ہو سکا، مہینہ وار پارٹی قیادت کا اسکول شروع ہوتا چاہیے اور مارکسزم کا صرف مطالعہ ہی نہیں اسے کھگلا جائے بلکہ اسی طرح جیسے ویٹ کنٹی والوں نے اپنے پوپ کا انتخاب کیا تھا، مہینہ وار اسکول کی بحث ریکارڈ کی جائے اور پھر اسے Black & White میں لا کر نیچے اتار دیا جائے۔

2- روزمرہ سیاسی صورتحال کے لئے ایک سادہ اور کم صفات پر مشتمل اخبار کا اجراء کیا جائے تاکہ ہماری سیاسی زندگی کا ثبوت عام لوگوں یا خاص لوگوں تک پہنچا رہا۔

3- پارٹی کی شکل میں جو کچھ باقی چاہے اسے فوراً سینٹا چاہیے اور آرگنائز کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

اچانک مجھے محسوس ہوا کہ عقیدت مندرجہ عوام کو اب پادریوں کی ضرورت نہیں جو دعا کیں پڑھ کر انہیں جنت میں پہنچائیں زمین پر وہ ایک ایسی سلطنت کی تعمیر کر رہے تھے جو کسی بھی جنت کی ہر سلطنت سے زیادہ روشن ہے اور جس کے لیے جان دینا مایہ افخار ہے۔

(جان ریڈ کی ”دنیا کو چھنگھوڑنے والے دن“ سے اقتباس)

ایک ذریعہ نہیں بلکہ زندگی کا اوپرین تقاضا بن چکی ہو، جب فرد کے ہر پہلو سے ترقی یافتہ ہو جانے کے ساتھ ساتھ پیداواری قوتیں بھی بڑھ چکی ہوں اور سماجی دولت کے سارے چشمے روای دوان ہوں اور دولت کی افراط ہو رہی ہو، تب جا کر بورژواحق کی تنگ سرحدیں پوری طرح پارکی جا سکتی ہیں اور سماج اس قابل ہو سکتا ہے کہ اپنے پرچم پر لکھ دے ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق، مندرجہ بالامارکس کے الفاظ میں قابل غور لفظ یہ ہے کہ پیداواری قوتوں کی اعلیٰ درجے کی ترقی اور خود کاریت کی بدولت ہفتی اور جسمانی محنت کے درمیان تقاضا کا خاتمہ ممکن ہو سکے گا مزید یہ کہ ریاست کے مکمل طور پر مٹھے یا ختم ہونے کی معashi بیان کیوں نہ ہے جب ہفتی اور جسمانی محنت کے درمیان تقاضا ختم ہو جاتا ہے اور بتول یعنی ایک ایسا سبب جو ذرائع پیداوار کو پارکیو یہ ملکیت سے چھین کر سماجی بنا دے اور سرماید اروں کی بے غلی سے ہی کسی حالت میں یکدم ختم نہیں ہو سکتا ہے۔

دنیا کے مختلف ملکوں میں پیداواری قوتوں کی ترقی کا وہ مرحلہ جو خود کاریت پر ہے آن پہنچا ہے، اور یہی وہ مرحلہ ہے جہاں پر کیوں نہ ہے نفاذ سے ہی خود کاریت کے مرحلے کو لا گو کیا جا سکتا ہے اور پیداواری قوتوں کی ترقی کا عمل مزید جاری رکھا جا سکتا ہے، سرماید اری یا زارع پیداواری کی ملکیت کسی بھی صورت میں خود کاریت پر عمل درآمد نہیں ہونے دے گی نیچا پیداواری قوتوں کی ترقی کا عمل خاص سطح پر پہنچ کر سرماید اری اسے روک لگادے گی اور لگارہی ہے ایسی صورت میں سرماید اروں کی ملکیت پر سے بے غلی خود زمانے کی ترقی کے لیے ضروری ہو گئی ہے لینن کہتا ہے کہ اس بے غلی سے یہ امکان ضرور پیدا ہو گا کہ پیداواری قوتوں بے پناہ بڑھ جائیں اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ سرماید اری کس قدر ناقابل یقین طریقے سے اس ترقی کی راہ روک رہی ہے تکنیک آج جس درجے کو پہنچ چکی ہے اس کی بدولت کتنی کچھ ترقی کی جا سکتی تھی تو ہمیں پورے اعتماد سے کہنے کا حق ہے کہ سرماید اروں کی بے غلی کی وجہ سے انسانی سماں کی پیداواری قوتوں اوقتی کیں پہنچ جائیں گی۔ لیکن یہ بات کہ ترقی کی یہ فرائض کی تیز ہو گی، لکنی مدت میں وہ اس منزل تک جا پہنچے گی کہ قسم محنت کے بندھن سے اپنا چھا چڑائے، ہفتی اور جسمانی محنت کی خلافاً ہیئت دو کردارے اور محنت کرنے کو زندگی کا اوپرین تقاضا بنا دے ابھی نہ ہم جانتے ہیں نہ جان سکتے ہیں۔

وہاپس اپنے اصل مدعای طرف لوٹتے ہیں، پیس کیوں سے نتیجہ نکال کر کارل مارکس اور فریڈرک انگلش نے دنیا کی انقلابی طاقتون کوئی راہ دکھائی تھی، 1917ء کے 70 سالہ کا میا ب تحریر کی ناکامی کے اسباب اور نئی راہیں تلاش کرنا اور مارکسزم میں اضافہ کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

1- سرماید اری کی انہائی شکل سامراج کی موجودگی میں پرولتاری ڈکٹیٹر شپ سے دستبردار نہیں ہو جا سکتا حتیٰ کہ سامراجیت کے خاتمے کے بعد بھی پرولتاری ڈکٹیٹر شپ کی ضرورت رہتی ہے جب تک انسانی سماں تقسیم محنت کے تمام بندھنوں سے آزاد ہو جائے اور ہفتی و جسمانی کے درمیان تقاضا دات ختم نہ ہو جائیں۔

2- اب کے کمیونٹ پارٹیوں کو اپنے ڈھانچے میں ایسی تبدیلیاں لانا ہوں گی کہ وہ مزدور طبقے کے

سوویت یونین کے انهدام کے بعد سوشلزم سیچوئنسل سائنس کیوں؟

تحریر: محمد الحسن عطا

جسے ہم نے بھی بی کام میں پڑھا تھا، اس میں جو سرمایہ دارانہ ضابطہ بتائے گئے تھے اور پڑھائے گئے تھے اور ایک صدی پر محیط استھن، لارڈ کینز اور سیملسون کی مبادیات سرمایہ داری کی بنیادیں بنیں، اس میں طے تھا کہ چوتھی سرمایہ کاری کے جب کہ 1980ء کے بعد سے یکسر انداز کر دیا گیا، اب 1980ء میں ریکن اور ٹھپر کے نئے انتظامی فارموں کے لئے کوپیا گیا جسے آزاد منڈی کہتے ہیں جس میں خسارے کے بجٹ کو بنانا ترقی کی کلیدی کہا گیا تاکہ اس سے معاشی پھیلاؤ اور خساروں کو قرضوں سے پورا کرنے کی تجویز دی، چنانچہ مالدار لکنوں نے ابتداء میں بہت فائدہ اٹھایا لیکن عالمی مسابقت میں ایک تو سرومنڈ سڑی آگئی، دوسرا انڈسٹریل پیداوار اور مینیون فیکچر نگ کے انداز بدل گئے اور یکناں لوگی کے ساتھ شہ بازی، سودا اور اسٹاک مارکیٹوں کے جوئے نے افراط زر کو تقویت دی، سرمایہ دارانہ نظام میں منافع کے لئے ہوں اس قدر بڑھنی کے میکرو سٹھ پر یونکوں نے کریڈٹ کارڈ اور چھوٹے قرضوں سے کنز پورمازم کو بڑھایا اور مزید ریکل اسٹیٹ کے قرضوں نے سرمایہ دارانہ خطرے کی حدیں بھی پار کر دیں جس سے 2008ء میں دنیا بھر میں 1930ء سے بھی زیادہ گھناؤنا اور بھیانک بحران آگیا جس سے ابھی تک یوروزون اور ڈالر دونوں بحران سے نہیں نکل سکے، اگر اس وقت سماں سوویت یونین ترقی کے مرحلے میں ہوتا تو یقیناً یورپ اور امریکہ میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے، ایسا کیوں نہیں ہوا۔ اس کے بارے میں مختصر ای عرض ہے جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ یہ دور منڈی کی میثاقیت کا ہے، اس میں مختلف اقوام کی ترقی کر سکتی ہیں، وہ دیکھنا ہے، اگر سماں سوویت یونین اپنے عروج پر آج دنیا میں موجود ہوتا تو دنیا میں ایک اسلامی انتقال کو برپا ہیا اور ہندی تقسیم (ڈیجیٹل تقسیم) اور یکناں لوگی نے سرمایہ دارانہ پیکسپورٹ ماؤں، کرنسیوں کے کھیل، شے بازی، سودا، کیسینوز اور اسٹاک مارکیٹوں کے جوئے، اسلحہ سازی اور ڈرگ کے عفریتوں نے منڈیوں پر قبضہ کرنے میں بیان کردہ عوامل کو ہتھیار بنا لیا اور پھر گلوبائزیشن سے آزاد تجارت کے ذریعے پسمندہ ملکوں پر ایکسپورٹ ماؤں کی آڑ میں پریلکشمزم کو ختم کر کے سرحدوں کو تجارت کے لئے آزاد کر دیا جس سے پسمندہ ملکوں کو شدید نقصان پہنچا تاہم عصر حاضر میں چین کی مادی قوت نے امریکہ اور جرمی کو آمنے سامنے کھڑا کر دیا، چین کی سرمایہ کاری نے امریکہ کی منڈیوں میں بالا دھنی قائم کر لی اور اب امریکہ پر پریلکشمزم کی بات کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جرمی کی عالمی تجارت 300 ارب ڈالر چین کی 200 ارب ڈالر کا نہیں ادا یکیوں کے تناظر میں فاضل ہے اس لئے یہ دونوں ممالک اپنے فاضل تجارتی فائدے کے ذریعے عالمی تجارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دنیا سے کمائے ہوئے زر مبادلہ سے درآمد میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں اور اپنے ملکی مالیات میں بچتوں کو سرمایہ کاری کے لئے استعمال نہیں کرتے، آپ کو علم ہوگا کہ سیملسون کی نصابی کتاب جو آج تک چالیس لاکھ فروخت ہو چکی ہے،

فلسفی نہ ہوتی تو سائنس کی ترقی ممکن نہ تھی، فلاسفی میں امکانات کا جائزہ بھی ہوتا ہے، ان امکانات کو جسم کرنے کے لئے دلائل بھی ہوتے ہیں اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ پیش بینی اور پیشگوئی اس وقت ممکن ہوتی ہے جب اس کا فلسفیانہ پس منظر، منطق اور دلیل پر ہوا اور جب پیش بینی اور امکانات اور پیشگوئی کو حالات و واقعات تج ثابت کر دیں تو نظریہ سائنس کا جزو بن جاتا ہے۔ کارل مارکس نے جدی مادیت، تاریخی مادیت اور قدر زاند کے طریقے سے اشتراکیت کا نظریہ دیا، جس کے مطابق انہوں نے پیشگوئی کی کہ عالمی میثاقیت میں سرمایہ داری کے استھان کی جگہ اشتراکیت ناگزیر ہے، جب سرمایہ داری نظام اپنے عروج پر پہنچ کر اپنے اندر وہی قضاادات سے ٹکست و ریخت کا شکار ہوگا اور انقلاب کے لئے معروضی اور موضوعی حالات مکمل ہوں گے تو انقلاب کو کوئی روک نہیں سکتا، جیسے صفتی انقلاب آیا تو شعور نے بھی جست لی جس سے یورپ میں جا گیر داری نظام ٹوٹ گیا، یہ بھی یاد رکھئے کہ تاریخ میں جب کوئی آفاقی سائنسی دریافت ہوتی ہے وہ تاریخ کے رخ کو تبدیل کر دیتی ہے، صفتی انقلاب کے نتیجے میں صفتی انقلاب عالمی سامراج کا روپ دھار گیا اور محنت کش مادی قوتوں سے مسلح صنعتوں کی اقتصادی غلامی میں جکڑ گئے۔ یاد رکھئے کہ ہنہ اور مادی پسمندگی پر سرمایہ دارانہ ترقی قابل پھنس ہو جاتی ہے۔ صفتی انقلاب اور سامراج کے فروغ سے سماج سرمایہ دار اور محروم طبقات میں بٹ گیا اور تو میں امیر اور غریب دنیا میں تقسیم ہو گئیں، پہلے مرحلے میں ارتکاز دولت نے اس طبقائی تقسیم اور استھان کو برپا ہیا اور ہندی تقسیم (ڈیجیٹل تقسیم) اور یکناں لوگی نے سرمایہ دارانہ پیکسپورٹ ماؤں، کرنسیوں کے کھیل، شے بازی، سودا، کیسینوز اور اسٹاک مارکیٹوں کے جوئے، اسلحہ سازی اور ڈرگ کے عفریتوں نے منڈیوں پر قبضہ کرنے میں بیان کردہ عوامل کو ہتھیار بنا لیا اور پھر گلوبائزیشن سے آزاد تجارت کے ذریعے پسمندہ ملکوں پر ایکسپورٹ ماؤں کی آڑ میں پریلکشمزم کو ختم کر کے سرحدوں کو تجارت کے لئے آزاد کر دیا جس سے پسمندہ ملکوں کو شدید نقصان پہنچا تاہم عصر حاضر میں چین کی مادی قوت نے امریکہ اور جرمی کو آمنے سامنے کھڑا کر دیا، چین کی سرمایہ کاری نے امریکہ کی منڈیوں میں بالا دھنی قائم کر لی اور اب امریکہ پر پریلکشمزم کی بات کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جرمی کی عالمی تجارت 300 ارب ڈالر چین کی 200 ارب ڈالر کا نہیں ادا یکیوں کے تناظر میں فاضل ہے اس لئے یہ دونوں ممالک اپنے فاضل تجارتی فائدے کے ذریعے عالمی تجارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دنیا سے کمائے ہوئے زر مبادلہ سے درآمد میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں اور اپنے ملکی مالیات میں بچتوں کو سرمایہ کاری کے لئے استعمال نہیں کرتے، آپ کو علم ہوگا کہ سیملسون کی نصابی کتاب جو آج تک چالیس لاکھ فروخت ہو چکی ہے،

میں روس گئے، انہوں نے لوگوں کے مختلف خیالات کو تاریخی تناظر میں خاص طور پر والدین کی نظر سے اپنی کتاب ”نیا انسان، سوویت طرز زندگی کا ایک جائزہ“ میں تحریر کیا جو پڑھنے کے لائق ہے، والدین کے تاثرات کچھ اس طرح تحریر یکی، کوئی سماج ایسا نہیں ہے جو ترقی نہ کرتا ہوا اور کوئی نسل ساقبہ نسل کے محض ورثے پر زندہ نہیں رہ سکتی، ایسی نسل مردہ نسل ہوگی، ہم سماج کی عمارت بے پناہ مشکلوں کا مقابلہ کرتے ہوئے تغیری تھی، بعض نے اسے بر باد کرنے کی کوشش کی اور جنگ کے دوران ہم نے انسانیت سوز میں بستیں برداشت کیں، جب جنگ ختم ہوئی تو ہمیں نئے سرے سے سب کچھ کرنا پڑا، پانچ ممالک اندر گھے ہوئے تھے، انہیں نکال باہر کیا، اندر وہی انقلاب کے خلاف بالداروں سے لڑا کرنا پڑا، جنگ میں خاصاً کمیٹی کا ڈار جس میں انجینئر، ڈاکٹر اور پروفیسر بھی تھے، جان سے گئے، ہمیں نئے سرے سے سب کچھ کرنا پڑا کام مریڈلین کو گولی کا نشانہ بننا پڑا، بھارتی نقصان ابتداء میں ہو گیا، ایک بار پھر ہمیں سو شلاست بندیوں اور سو شلاست عمارت کی فکر کرنی پڑی، اب حالات مختلف ہیں، نئی نسل کو اب اس بارے میں غور فکر کرنا چاہئے کہ وہ اس عمارت میں کس طرح رہیں گے اور اس کو کس طرح آراستہ کریں گے: تاہم نئے زمانے نئے مختلف مسئلے کو ہم دیا ہے، جب ماضی میں ہم خندقوں میں لڑائی لڑ رہے تھے تو ہمیں سب سے پہلے کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا تھا، اپنی روزی روٹی کے بارے میں مگر یہ سوچنا بے وقتوی ہو گی کہ نوجوان دوسرے مسئلے سے جو ہمارے مسئلے سے مختلف ہیں، نئے نہیں پائیں گے ان میں نئے اخلاق کا مسئلہ ہے، کیونکہ اخلاق کو لوگوں کے درمیان نئے تعلقات قائم کرنے چاہیں، یہ ایک سمجھیدہ اور پیچیدہ کام ہے، جو نہرے لکا کر انعام نہیں دیا جاسکتا اس لئے وقت چاہئے، مکمل تجھی، سمجھیدہ کوشش اور انگ سے جب نوجوانوں نے اس مسئلے کو حل کر لیا تو ہم والدین ان پر رشک کریں گے۔

والدین کے یہ تاثرات یہ اظہار کرتے ہیں کہ سابق سوویت یونین کی نئی نسل زیادہ کمیٹی نہیں تھی اور یہیں اسطورہ تھوڑات کا اظہار کر رہے ہیں، اس کی کمی وجود ہاتھ ہو سکتی ہیں، ایک تو اشان کی سخت گیر حکومت کے بعد اگر کوئی کام کر سکتا تھا تو وہ خروشیف تھا اور ایک اشتراکی یہیں منڈی تکمیل و پیاجس میں تیسری دنیا اور ابستہ تحریک سے جڑے ممالک شامل ہوتے تو عالمی تجارت زیادہ بہتر انصاف کی شکل میں سامنے آتی اور سرمایہ دار اسمنڈی کو بھی اصلاحات کرنی پڑتیں کیونکہ سو شلاست میں ایک نئے ولے کی ضرورت تھی، کئی شعبوں کو ڈیسیٹر لائزڈ کرنا تھا، وہ بھی نہ ہوا، اشان کے بعد اور دوسری عالمی جنگ میں ایک بار پھر کروڑوں روتی رخچی ہوئے اور مارے گئے، جس میں باسیں بازو کا کارڈر کا بڑا حصہ بھی مارا گیا، اس لئے سو شلاست کا عالمی داعیٰ انقلاب کا نظریہ جوڑا اسکی اور پی گویری نے دیا، وہ ٹھپ ہو گیا، ابتداء میں لینین کو نیوناکنا میں پالیسی بنانی پڑی اور انہوں نے بہت کاوشیں کیں کہ کسی نہ کسی طرح نظام کو چالایا جائے، اشان پر بجا جبر کی تنقید کی جاتی ہے لیکن لینین کے اس جہاں سے کوچ کرنے کے بعد بالکل ایک نئے انقلاب کو آگے بڑھانا آسان کام نہ تھا دو عالمی جنگوں نے سابق سوویت یونین کو پھر تباہ کر دیا اس کے باوجود ہر شعبے میں سوویت یونین نے بھارتی صنعتوں فریکل لکھر، کتابوں کی اشاعت اور دیگر کارہائے نمایاں میں عالمی ریکارڈ قائم کر دیا، صنعتی سرمائے کی تحقیق ہوئی جسے عالمی منڈی میں برآمدت کرنے کی ضرورت پڑی، ادھر عالمی منڈی مالیاتی سرمائے کی گرفت میں تھی، ملک نیشنز نے 85 فیصد تجارت

نوبل انعام یافتہ (2006ء) اور عالمی بینک کے سابق مشیر جوزف استنفلٹر کا کہنا ہے کہ عصر حاضر میں سرمایہ داری کو حمل بنا ناضر وری ہو گیا ہے اور سو شلاست کی شرکت بہت ضروری ہے کیونکہ مغرب میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ابھر کر سامنے آیا ہے کہ ملازموں کے درمیان تنخوا ہوں سے جو آمدی ہے اس میں خوفناک فرق آگیا ہے اس لئے وہاں دانشوارہ کاز دولت کی باتیں کرتے، وہ غیر مساوی لوگوں کی آمدیوں کی بات کرتے ہیں اس لئے سرد جنگ کے دوران مختصر کشوں کو جو سو شل سیکورٹی یا سو شل انٹرنس، پیش، گرجیہ میں غیرہ ملتی تھی اس کا احیاء چاہتے ہیں تا کہ امارتی اور مالیاتی بحرانوں کو روکا جاسکے، پاکستان کی بھی یہی صورت حال ہے، کارپوریٹ میں تنخوا ہیں اگر 80 لاکھ روپے ہے تو 74 فیصد ملار میٹوں کی اوسط تنخوا 10 ہزار روپے ہے جس سے زبردست انتشار کا خطرہ ہے، علاج معالجہ اور تعلیم فروخت ہو رہی ہے، طالب علم، مریض آج کشمکش ہو گئے ہیں کیونکہ منافع پر زور ہے، اسی منافع کے دعمل میں مارکس نے اپنے نظریہ کی بنیاد رکھی، ظاہر ہے معاشری مقابله پرمنی منڈی میں خام مال اور اشیائے سرمایہ (مشینی، ہوائی جہاز وغیرہ) اور مالیاتی سرمایہ (زر مبادله ڈالر) کی تحقیق صرف منافع کے لئے ہوتی ہے اس میں اشیائے سرمایہ، حصول زردری یعنی کے طور پر استعمال ہونے لگتی ہے، زر کی مقصودیت حاصل ہو جانے سے زر کی اپنی منڈی وجود میں آجائی ہے، یوں قرضوں اور سودا ناظم قائم ہو جاتا ہے اور زر کی یہ منڈی ہی عالمی معاشری نسادی اصل جڑ ہے جس نے دنیا میں عدم تو ازن کو مزید بڑھا دیا ہے۔

اشیائے سرمایہ بار بار فروخت ہونے سے فضل زر پیدا ہوتا ہے اس لئے مالیاتی منڈیوں میں زربذات خود تجارت کا روپ ڈھال لیتا ہے جس میں عام مال کی طرح کرنسیوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے، یہ سب کا روبرو منافع کی بنیادوں پر ہوتا ہے، منافع اور سودا پر چلنے والی منڈیوں میں امیر کی جیت اور غریب کی ہارتارخ کے جر کی حیثیت سے کار فرمائے، یاد رکھئے تیرسی دنیا کے اکثر ممالک اشیائے سرمایہ کی مقدار سے زر کی مقدار فاضل ہو جانے سے خام مال پیدا کرنے والے مالک صفتی سرمائے اور مالیاتی سرمائے کے پاؤں کے درمیان پس رہے ہیں، خام مال برآمد کرنے والے ممالک خام مال کے عوض صفتی سرمائے کے مقابلے میں وہ نقصان اٹھانے پر مجبور ہیں اور مالیاتی منڈیوں کے قرض نے ان کی معاشری ترقی کی ناکہ بندی کر رکھی ہے اس لئے مہنگائی اور افراط زر نے ان کا خون چوں لیا ہے۔

اب ذرا غور فرمائے صفتی سرمائے سے مالیاتی سرمائے کے ان ناپاک تعلقات کا توڑ سو شلاست میں کسی روشنی میں ڈھونڈ لیا، چنانچہ منافع سے گلوغلانی کرنے کے لئے سو شلاست ایک زبردست ر عمل تھا جس میں تجارت کے عمل کو کم کر کے منافع کے استھان کو ختم کرنا مقصود تھا، اس میں تمام صفتی سرمایہ عوامی ملکیت قرار پایا، خی تجارت منوع قرار پائی، مالیات کو پیداوار کے تالیع کر دیا گیا، اشیاء کی قیمتیں مقرر کر دی گئیں، قیمتیوں کے تعین میں لاگت پیداوار کے روں کو زر تلافی کے ذریعے کنٹرول کیا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ استھان زدہ مفلوج افرادی قوت اور صلاحیتیں آزاد ہوئیں، اس دوران سابق سوویت یونین کی بحرانوں سے گزر رہا تھا وہ بھی قابل غور ہونا چاہئے اور بعد میں کیا ہوا، کیوں نہ عالمی سو شلاست منڈی کا احیاء ہوا جس کی وجہ سے سابق سوویت یونین کی ائمہ سڑیل بیداوار کی ناکہ بندی ہوئی بھلی عالمی جنگ میں بیانی ہوا، یہ دیکھتے ہیں، ایک ہندوستانی صحافی بھجئے کمار سہما سابق سوویت یونین کے صحافیوں کی تھیموں کی دعوت پر 1969ء

نہیں رہے، سارا ماسکو اور گور باچوف، صدر امریکہ ریگن کے لئے چشم برہ تھا، رویٹلیویٹن مائیکل جیکسن کے قص اور گانے بجارتھا اور پتیپنی کولا کے اشتہار دکھارتھا، سڑکوں پر امریکی ٹرک پیزا فروخت کرتے ہیں تھے اور امریکی برگز کی مشہور چین میکڈولڈ ماسکو میں 20 رسپور انوں کا اجاء کر رہی تھی، صدر ریگن نے ماسکو اسٹیٹ یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ سے خطاب کیا، یہ ایک نمائندہ اجتماع تھا اس میں زیادہ تر اسلام کے تقاضہ تھے، ریگن اور گور باچوف نے چرچ کی تقریبات میں حاضری دی اور امریکی سفارت خانے میں ریگن رویٹلیویٹن سے ملے، صدر ریگن نے ان تمام موقع پر سوویت یونین میں انسانی حقوق کی صورتحال کو ہدف تقدید بنا لیا حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکی ریاست عالمی دہشت گرد ہے جس نے اسلحہ اور قرضوں کے ذر سے غریب دنیا کو تباہ و بر باد کر دیا ہے، ریگن کی تقریر کے حق میں روی انسانی حقوق کی تعظیمی احتجاج کرنے لگیں، ماسکو کی سڑکوں پر جا چایا جانے والا یہ ناٹک جو امریکی اور رویٹلیویٹن نے دکھایا اور گور باچوف کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہاں سے سوویت یونین میں سو شلزم کا شریک ہونا بھی غلط تھا اس لئے سرمایہ دار دنیا نے با آسانی اس کی ناکہ بندی کر دی کیونکہ دنیا تو آئی ایف عالمی بینک اور کمرشل بینکوں کے چنگل میں تھی، ایک وقت تھا جب سو شلزم عالمی میڈی اپنے ہی اصولوں پر تکمیل دی جا سکتی تھی لیکن ایسا نہ ہوا، سو شلزم نے بے احتصال طرز پیروار کا نظام تو ٹھیک دریافت کیا لیکن عالمی سو شلزم میڈی کی ساخت دریافت کرنے میں غلت کر گئے، مالیتی سرمائے کی عالمی میڈیوں نے عالمی سطح پر معاشری نامہواریاں پیدا کرنے میں نمایاں رول ادا کیا اور یہ معاشری نامہواریاں ہی سرمائے کے اجاروں کے فروغ کی اصل بنیاد ہیں، انہوں نے معاشری مقابلے کے حالات کو غیر مساوی بنادیا، پسماندہ ممالک میں مالیتی جنک بندیوں کے ذریعے ترقی کے ماحول اور شراط کو منتشر کر دیا، سو شلزم ممالک کا یہ نظریاتی فریضہ تھا کہ وہ مشترکہ میڈی کو فروغ دے کر اپنی توجہ سرمائے کی عالمی عدم مساوات ختم کرنے پر مکور رکھتے اور ایسا وہ غریب ممالک میں اشیائی سرمایکی تخلیق میں مدد کر کے وہاں بنیادی سرمائے کی میڈیوں کو فروغ دے کر سماراج کے چنگل سے چڑھا سکتے تھے، سوویت یونین کا انہدام آج غربیوں کے لئے عذاب بن گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

**سفیر رہن محنت کی فطرت کو بدلت کر دو
بلا محنت ، بشکل سودا جرت کو بدلت کر دو**
**بدلات خود سخاوت دوزخ غربت کا ایندھن ہے
اگر مقصود ہے جنت تو دنیا کو بدلت کر دو
(عبد الشکلیل فاروقی)**

پر قبضہ کیا تھا تھا، آزاد تجارت اور ایکسپورٹ ماؤل نے پسماندہ ممالک کو قرض دار بنادیا، اندازہ کتبخانے جیسا ملک آج تعلیمی خرچ سے 35 گناہ یادہ قرضوں پر سود کی ادائیگی کر رہا ہے اور یہی حال پاکستان کا ہے، گزشتہ چار برس میں پاکستان نے 50 ارب ڈالر سودا دا کیا، تعلیمی گلی فروخت ہو رہی ہے اور سرکاری کالج، اسکول اور اسپتال ناپید ہیں ادھر عالمی میڈی مالیتی سرمائے کی تربجان تھی اور ہے اور سو شلزم مالیتی میڈیوں اور منافع کے احتصال کے خلاف عمل کے طور پر وجود میں آیا تھا اس لئے عالمی میڈی کی مالیتی میکانزم نے اپنے قرضوں کی میڈیوں میں سو شلزم صفتی سرمائے کی برآمدات کی ناکہ بندی کر دی جس کی وجہ سے فضل سرمائے کی ہدف سو شلزم میڈیت کو مطلوب تجارتی فروغ نہیں سکا جس کے نتیجے میں صفتی فروغ جمود کا شکار ہونا ناگزیر تھا، مسلسل جدوجہد سے جو مقامی میڈیاں پیدا ہوئی تھیں ان میں لا گت جنگ، تجارتی منافعوں سے زیادہ نکلی چنانچہ سابق سوویت یونین کو معاشری عمل پر نظر ثانی کرنی پڑی چونکہ سو شلزم میڈیت بنیادی طور پر احتصال منافع، سو، سثہ بازی کے خلاف عمل تھا، اس میں شریک ہونا بھی غلط تھا اس لئے سرمایہ دار دنیا نے با آسانی اس کی ناکہ بندی کر دی کیونکہ دنیا تو آئی ایف عالمی بینک اور کمرشل بینکوں کے چنگل میں تھی ایک وقت تھا جب سو شلزم عالمی میڈی اپنے ہی اصولوں پر تکمیل دی جا سکتی تھی لیکن ایسا نہ ہوا، سو شلزم نے بے احتصال طرز پیروار کا نظام تو ٹھیک دریافت کیا لیکن عالمی سو شلزم میڈی کی ساخت دریافت کرنے میں غلت کر گئے، مالیتی سرمائے کی عالمی میڈیوں نے عالمی سطح پر معاشری نامہواریاں پیدا کرنے میں نمایاں رول ادا کیا اور یہ معاشری نامہواریاں ہی سرمائے کے اجاروں کے فروغ کی اصل بنیاد ہیں، انہوں نے معاشری مقابلے کے حالات کو غیر مساوی بنادیا، پسماندہ ممالک میں مالیتی جنک بندیوں کے ذریعے ترقی کے ماحول اور شراط کو منتشر کر دیا، سو شلزم ممالک کا یہ نظریاتی فریضہ تھا کہ وہ مشترکہ میڈی کو فروغ دے کر اپنی توجہ سرمائے کی عالمی عدم مساوات ختم کرنے پر مکور رکھتے اور ایسا وہ غریب ممالک میں اشیائی سرمایکی تخلیق میں مدد کر کے وہاں بنیادی سرمائے کی میڈیوں کو فروغ دے کر سماراج کے چنگل سے چڑھا سکتے تھے، سوویت یونین کا انہدام آج غربیوں کے لئے عذاب بن گیا ہے۔

اس طرح سے صفتی سرمائے پر مالیتی سرمائے کی بالادستی کو بھی توڑا جائے گا اور سرمائے کی عالمی اجاروں کی گرفت سے غریب دنیا کی نجات کے حالات بھی پیدا کئے جاسکتے تھے، یہ سابق سوویت یونین کی اسلام کے اسماں کے بعد کی قیادت کی فاش غلطی تھی جس نے آخر کار ساری دنیا کے سرمائے اور جنگی مشینی نے سوویت یونین کا خاتمه کر دیا جس کے نتیجے میں دنیا کا غریب لاوارث ہو گیا، عصر حاضر میں تمام دنیا کی اشتراکی پارٹیوں نے عالمی سطح پر ایہ مقامی سطح پر کوئی شید و سینظر لائزڈ معاشری منصوبہ تخلیق دیا جو پچھنچنی سائنس کے مطابق کم از کم سو شل سیکورٹی، محنت کشوں کا ماکان کے ساتھ حصہ، زرعی اصلاحات، سثہ بازی اور سود پر تدنگ، غیر طبقاتی تعلیم اور اس کے نصاب کی تیوری اسی طرح کی جاتی ہے جسے پڑھ کر نوجوان معاشری نامہجی انصاف کا شعور حاصل کرتے مقامی سطح پر ہمارا بیانی نہیں ہے آخر کار اسی طرح گور باچوف امریکی ایجنت تھا اس نے ماسکو آنے کی صدر ریگن کو دعوت دی اور عالمی امن کا نفرس منعقد کی، 70 کی دہائی میں برلنیف عہد کی سردمہی کے بعد روں امریکہ تعلقات بہتر ہوئے تھے اور دوسری عالمی جنگ کے بعد اتنے تعلقات کبھی

سرخ چین کیونکر قائم ہے

تحریر: صباء الدین صباء

اجلاس میں ماڈلے ٹنگ نے ”بڑے رشتتوں کے بارے میں“ کے عنوان سے ایک تقریبی کی جس میں ماذنے کہا کہ ”حال ہی میں سو شلزم کی تغیر میں سویت یونین کی کیونٹ پارٹی کی چند خامیاں اور غلطیاں منظرعام پر آئی ہیں۔ کیا آپ ان کی من و عن بیرونی کرنا پسند کریں گے؟“ اس سوال سے واضح ہو گیا کہ چین کو سو شلزم کی تغیر کیلئے اپنے منفرد حالات کے مطابق اپنی راہ کا تعین کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت سے چینی کیونٹ پارٹی نے اپنی منفرد راہ کے تعین کی کاوشیں کبھی ترک نہیں کیں۔

1950ء کے اوپر سے 1980ء تک چین اور سویت یونین کے دوستانہ تعلقات مسلسل کمزور ہوتے ہوئے حریفانہ نوعیت اختیار کر گئے لیکن اس کا اہم پہلو یہ ہے کہ چین، سویت یونین کے کشوف سے آزاد ہو گیا اور اسے سو شلزم کی آزادانہ تغیر کا موقع ملا۔ یقیناً سویت یونین سے علیحدہ ہونے کے بعد چین کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے طور پر سو شلزم کی تغیر میں چینی کیونٹ پارٹی کو دیکھیں اور باسیں اس بازو کے اخراجات کا مقابلہ بھی کرنا پڑا لیکن بالآخر صورتحال چینی کیونٹ پارٹی کے ہاتھ میں ہی رہی۔ یہ کیفیت اس صورتحال سے قطعی مختلف تھی جس کا مشرقي پورپ کی کیونٹ پارٹیوں کو سامنا کرنا پڑا۔

مشرقي پورپی ملکوں کی کیونٹ پارٹیوں میں عمومی طور پر سویت اور مقامی دھڑوں کے درمیان رسمی مسلسل جاری رہی اور ان پارٹیوں میں یہ بحث جاری رہی کہ سو شلزم کی تغیر کیلئے سویت را یا مقامی راہ اختیار کی جائے۔ نیشنلٹ پوزیشن اختیار کرنے کے الزم کے تحت مقامی دھڑوں کے رہنماؤں کو اکثر پارٹی سے خارج کیا گیا، سزا میں دی گئیں، یہاں تک کہ بعض کو سزا اے موت بھی دی گئی۔

ما سکونواز دھڑوں کے تمام عمل پر سویت یونین کا مکمل سنٹروں تھا۔ اس دھڑے کے لوگ عقیدہ پرستی کا شکار تھے۔ سویت یونین کے تجربے کی من و عن اطاعت ضروری سمجھتے تھے۔ ان میں انفرادیت، تخلیقیت اور منے پن کی سخت کی تھی۔

چینی کیونٹ رہنماؤں یگ سپاؤ یگ نے یمن الاقوامی اور مقامی صورتحال کا جائزہ

25 دسمبر 1991ء کو ہتھوڑے اور درافتی کے نشان والا سرخ پرچم 70 سال سے کریملن پر سایہ گئن تھا، اتار لیا گیا اور اس کی جگہ تین رنگوں پر مشتمل روں کا جھنڈا ہبادیا گیا۔ اس طرح دنیا کے پہلے سو شلسٹ ریاست کا خاتمه ہو گیا جو ہی آئی یعنی نے قائم کی تھی اور جس پر سویت کیونٹ پارٹی حکمران تھی۔ مشرقي پورپ کے سو شلسٹ ممالک بھی ایک ایک کے منہدم ہو گئے۔

ہر چند کہ چین میں بھی 1989ء میں سیاسی انتشار پھیلانے کی کوشش کی گئی تھیں چین نے چینی کیونٹ پارٹی کی قیادت میں رد نقلاب کی اس ہبادی صرف سامنا کیا بلکہ زیادہ اعتناء اور وقت کے ساتھ چینی خصوصیات کی حامل سو شلزم کی راہ پر اپنا سفر جاری رکھا۔ اس وقت سے چین کیونٹ پارٹی کی قیادت میں سو شلسٹ چین کا برقرار رہنا دنیا کیلئے وجہ حیرت بنا ہوا ہے۔

ترقی کی اپنی راہ

مشرقي پورپ کے سو شلسٹ ملکوں کے مقابلے میں چین شروع میں ہی سویت ماذل کے لازمی اثرات سے خود کو بہرنا کا شروع کر دیا تھا۔ چین کا پہلا ٹھنڈا سالہ ترقیاتی منصوبہ (1953-57) سویت یونین کی مدد سے مکمل ہوا تھا۔ تاہم ماذنے ٹنگ نے کہا کہ ”آزادی کے بعد تین سال تک ہم تغیر کا واضح تصور نہیں رکھتے تھے لہذا ہم بنیادی طور پر صرف سویت یونین کے طریقوں کی نقل کر سکتے تھے لیکن میں نے کبھی اس میں اطمینان محسوس نہیں کیا۔“

1953ء میں کامریڈ اشالن کا انتقال ہو گیا۔ سویت کیونٹ پارٹی کی بارہویں قومی کانگریس منعقدہ فروری 1956ء نے ٹکینا خرو ٹھین کو اس کا جائشی منتخب کیا۔ خرو ٹھین نے ایک ”خصوصی روپٹ“ شائع کی جس میں شخصی آمربیت اور شخصیت پرستی پرمنی اشالن کی غلطیوں کی تشبیہ کی گئی۔ اس عمل نے پورے سو شلسٹ یکپ کو ہلا کر کھد دیا۔ سویت یونین کی جانب سے مسائل میں گھرا ہونے کا اعتراف کر لینے کے نتیجے میں سو شلسٹ تغیر میں سویت یونین کی نقل کرنے کا روحان متأثر ہوا۔

25 اپریل 1956ء کو چینی کیونٹ پارٹی کے پولیٹکل بیورو کے ایک غیر معمولی

لینے کے بعد کہا کہ

علاقوں کی آبادی کو معاشری، ثقافتی ضروریات کو پورا کرنے پر توجہ دی گئی۔ مشترکہ ملکیت کی زمین سختی باڑی کیلئے گھر انوں کو دی گئیں۔ تنغیب اور آزادی کے اقدامات کے ذریعہ پیداواری عمل میں مقامی آبادی کو زیادہ شرکت کا احساس دلا کر شامل کیا گیا۔

دیہی علاقوں میں اصلاحات کی کامیابی کے بعد اسے ملک کے بقیہ حصوں میں وسیع کیا گیا۔ کنٹریکٹ ریپاپلیٹی سسٹم (Contact Responsibility System) (Employment System) میں تبدیلی اور فیکٹری ڈائریکٹر ملازمتوں کے نظام (Factory Director Responsibility System) کا نفاذ اور حصہ داری نظام (Share Holding System) کا آغاز کیا گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ چین میں ہم گیر اصلاحات کے نتیجے میں اقتصادی ترقی اور خوشحالی کو ہر شخص محسوس کر سکتا تھا۔ ان تمام اصلاحات میں ڈبلگ سپاؤنگ کے اس مفرود خصے کو بنیادی میثاق حاصل تھی کہ ”ہمیں اس سے غرض نہیں کہ بلی کارگ سیاہ ہے یا سفید، ہمیں صرف اس بات سے دلچسپی ہے کہ بلی چوہے پکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں۔“ یقیناً صلاحیت یا لیاقت کی اہمیت سے اکارنے بے سور عقیدہ پر کوفروغ دیا تھا لیکن رنگ سے لائقی کے اظہار نے نظریے کی اہمیت اور اثرات کو منطبق طور پر کیا۔

چین میں ہونے والی اصلاحات، سوویت یونین اور مشرقی یورپی ملکوں میں ہونے والی اصلاحات سے مختلف تھیں۔ انہوں نے بھی اپنی اصلاحات کا آغاز اقتصادی شعبے سے کیا۔ لیکن کسی نہایاں تباہ کے حصول سے قبل، انہوں نے اپنی اصلاحات کا دائرہ سیاسی شعبے تک وسیع کر دیا۔ اصلاحات خواہ سیاسی ہوں یا اقتصادی، غیر ضروری جلد بازی اکثر اصلاحات، ترقی اور استحکام کے درمیان حقیقی توجہ مبذول کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے اور صورتحال پر قدرت رکھنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مثال کے طور پر 1985ء میں میخائل گور باچوف نے برسر اقتدار آنے کے بعد اقتصادی اصلاحات پر توجہ دی لیکن چونکہ انہیں تیزی سے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ انہوں نے یہ مفروضہ قائم کر لیا کہ مختلف سطحوں پر موجود پارٹی ٹیکسیں اور سرکاری حکام اصلاحات پر عملدرآمد کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ مناسب تیاری کے بغیر جلد بازی کے ساتھ سیاسی اصلاحات شروع کر دی گئیں۔ 1980ء کی دہائی میں گور باچوف نے اصلاحات اور کھلے پن کے اقدامات کی وجہ سے مقامی بلکہ بین الاقوامی میدیا میں بھی شہرت حاصل کی۔ لیکن اصلاحات کے متاثر کیلئے عوام کی بے صبری نے پارٹی اور حکومت کی صلاحیتوں پر ان کے اعتقاد کو متزلزل کیا اور پارٹی اور اصلاحات کے ساتھ عموم کی واہنگی تیزی سے زوال پذیر ہوئی۔

ایک ارب 30 کروڑ افراد کو خوراک مہیا کرنا

”اگر کسی پارٹی، ملک یا قوم کی ہر چیز کتابوں سے شروع ہوتی ہے اور جامد سوچ اور انہی تقید پر انحصار کرتی ہے تو یہ آگے بڑھنے کی صلاحیت کھو دے گی، اس کی زندگی جو دکا شکار ہوگی اور یہ بتاہ ہو جائے گی۔“

1980ء میں مقامی اور بین الاقوامی زمینی حقوق کے پیش نظر چینی کمیونٹ پارٹی نے ”چینی خصوصیات کی حامل سو شلزم کی تعمیر“ کا واضح تصور پیش کیا۔

1982ء میں چینی کمیونٹ پارٹی کی بارہویں قومی کانگریس میں موقف اختیار کیا گیا کہ معاملہ انقلاب کا ہو یا تعمیر کا، ہمیں غیر ملکی تجارت سے ضروری کینا چاہئے لیکن دیگر ملکوں کے تجارت یا ماڈل کی نقلی کبھی ترقی سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔ ہمیں مارکسزم کی آفیقی سچائی کو چین کی مخصوص صورتحال پر منطبق کرنا ہوگا۔ ہم اپنی راہ خود بنائیں گے اور چینی خصوصیات کی حامل سو شلزم تعمیر کریں گے۔

21 جون 1984ء کو کمیونٹ پارٹی آف سوویت یونین کی مرکزی کمیٹی کے ترجمان ”پراودہ“ نے ایک مضمون شائع کیا جس کا عنوان ”عالمی انقلاب کے عمل میں نمایاں پہلو“ (Dominant Factor in the process of world Revolution) تھا۔ مضمون میں بھی شبیہ کی وسعت سے پیدا اخطرات کی نشانہ ہی کرنے کے ساتھ ساتھ کہا گیا کہ قومی انفرادیت پر زور اور دوسرے ملکوں کے اقتصادی تجربوں کو نظر انداز کرنے کا راجحان خطرناک ہے۔ ظاہر ہے اس تقید میں چینی کمیونٹ پارٹی کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ مضمون سے ظاہر ہوتا تھا کہ کمیونٹ پارٹی آف سوویت یونین اب بھی فرسودہ طریقہ پیداوار اور تاظر میں پھنسی ہوئی ہے۔ 1986ء میں پی ایس یو کی 27 ویں کانگریس میں میخائل گور باچوف نے احیاء کی غرض سے اصلاحات کرنے کا اعلان کیا۔ اس وقت تک چین میں ہونے والی اصلاحات غیر معمولی متاثر حاصل کرچکی تھیں۔ چینی خصوصیات کی حامل سو شلزم کی تعمیری پی سی کی متفقہ لائے بن چکی ہی جسے چینی عوام کی وسیع اکثریت کی حمایت حاصل تھی۔

چینی اصلاحات

1957ء میں چین کے مزدور اور عام ملازمین کی اوسط تنخواہ سالانہ 624 میں بنتی تھی۔ 1976ء میں یہ 575 میں رہ گئی تھی۔ روزمرہ استعمال کی بہت سی اشیا ناپید تھیں۔ ہند ان کی راشن بندی کی جاتی تھی۔

سی پی سی نے تاریخی تجربات کا بغور جائزہ لیا۔ ماضی کی غلطیوں کی اصلاح کی اور کھلے پن کے منتخب اصول اور پالیسیاں اختیار کیں۔ اصلاحات اور جدت کاری کو اختیار کرتے ہوئے اصلاحات کے عمل کا آغاز دیہی علاقوں سے کیا گیا۔ چین کی ایک چوتھائی آبادی دیہی علاقوں میں رہتی تھی۔ پیداواری قوتوں کو ترقی دینے کے نظریے کے تحت سب سے پہلے دیہی

خوراک کی ضرورت پوری کرنے کا مجھہ کا حامل ہے۔ چین میں خوراک میں خودکافالت کی تشریح 95 فیصد ہے۔ چین کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظراب بھی چین کو اناج کی پیداوار میں ہر سال 4 بلین کلوگرام اضافے کی ضرورت ہے۔ تاہم چینی کیونسٹ پارٹی نے عوام کو خوراک کی فراہمی کی صورتحال میں جو انتسابی تبدیلی لائی ہے اور دنیا کی سب سے بڑی آبادی کو خوراک کی فراہمی جس طرح یقینی بنائی ہے واقعتاً وہ اکیسویں صدی میں مجرے سے کم نہیں۔

بائیں اور دائیں بازو کی غلطیاں اور موجودہ قیادت

فکر ماڈل کی ترجمانی نہ ان بیاؤ ازم کر سکتی ہے نہیں ڈپنگ ازم، بیاؤ ازم بائیں بازو کی مہم جوئی اور ڈپنگ ازم دائیں بازو کی موقع پرستی رجحانات کی حامل ہے۔ ان بیاؤ اور ڈپنگ دونوں چینی کیونسٹ پارٹی کے قائدین اور ماڈل کے ساتھ رہے ہیں۔ دونوں کی علیحدہ صلاحیتوں اور کارکردگی کو مسترد نہیں کیا جاسکتا لیکن دونوں کے منفی رجحانات کو مسترد کیا جاتا اور ماڈل کی متوازنی نہیں بلکہ درست فکر اور حکمت عملی کے ساتھ کھڑا رہنا ضروری ہے۔

چینی کیونسٹ پارٹی کی تاریخ دائیں اور بائیں بازو کے انحرافات سے مسلسل تبرہ کاری کی تاریخ ہے۔ یہی چینی کیونسٹ پارٹی کا بہترین وصف اور چینی انقلاب کا اہم جوہر ہے۔ دولائیوں کی جدوجہد ہی پارٹی اور انقلاب کی مسلسل ترقی کا بنیاد ہے اور یہی فکر ماڈل ہے۔ اقتدار میں اتحاد اور جدل کی واضح نشاندہی اور پیروی ہی ماڈل ازم ہے۔ ڈپنگ کا یہ جملہ قابل خور ہے کہ ”ہمیں اس سے دلچسپی ہے کہ بلیچو ہے پکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں اس سے غرض نہیں کہ بلیکارنگ کیا ہے۔“

شاید ان بیاؤ کو اس سے غرض ہے کہ بلیکارنگ کیا ہے اس بات میں دلچسپی نہیں کہ وہ چوہے پکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں۔ ہمیں ان دونوں کے آدھے بچے کی بجائے پورے بچے میں دلچسپی ہے۔ ہم بلیکے چوہے پکڑنے کی صلاحیت پر بھی زودیتے ہیں اور اس بات سے بھی غرض رکھتے ہیں کہ اسکارنگ کیا ہے۔ یہی ماڈل ازم فکر ماڈل ہے۔ ہم غرض کی حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور موضوع کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی سچائی زمان و مکان کے مخصوص تناظر میں ہی وجود رکھتی ہے۔ اس لئے کوئی بھی فیصلہ اپنے وقت سے پہلے یا بعد میں منتقل نہیں ہوتا۔

چینی کیونسٹ پارٹی کے آج کے کردار کا تعین کرنے، اس کے مستقبل کا اندازہ لگانے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ 21 ویں صدی میں فکر ماڈل کے ارتقائی مرحلوں کو جانچنے کیلئے ہمیں کلپر ریو واشن، اس کے اثرات، چینی کیونسٹ پارٹی میں پیدا ہونے والے قیادت کے خلا، ہمیں الاقوامی سطح پر مزدور تحریک کی بدلتی کیفیات اور خود چین میں ترمیم پسندی کے ابھار کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

چین مشرق میں وسیع رقبے پر محیط ملک ہے جو کم از کم 5000 سال پرانی تہذیب کا ایمن ہے۔ چین کے عوام نے ہی پہلی بار زرعی اجناس کو بطور خوراک استعمال کرنا شروع کیا۔ آثار قدیمہ کی دستیاب دستاویزات کے مطابق چین میں 5000 سال قبل چاول اور گلکی کی کاشت کی گئی۔ 18 ویں صدی میں جب برطانیہ میں صنعتی انقلاب ہو رہا تھا تو اس وقت بھی چین عالمی میഷٹ میں صفائی اور سیلاب کا شکار رہا۔ ماضی کی تمام چینی حکومتوں کیلئے ایک سوال

کلیدی اہمیت کا حامل رہا ہے کہ چینی عوام کی خوراک کی ضرورت کیسے پوری کی جائے؟

1948ء میں امریکی دفتر خارجہ نے ایک قرطاس ایپن شائع کیا جس میں کہا گیا کہ چین غیر معمولی آبادی والا ملک ہے۔ کثیر آبادی کو خوراک مہیا کرنے میں ناکامی ماضی کی حکومتوں اور کوتانگ حکومت کے زوال کا باعث بنتی ہے اور ماضی کی تمام حکومتوں کی طرح سی پی سی بھی اس گھمیرہ مسئلے کو حل کرنے سے قاصر رہے گی اور ختم ہو جائے گی۔ امریکی وزیر خارجہ ڈین اپچی سن کا یہ بیان کوتانگ کیلئے درست تھا لیکن سی پی سی کیلئے ان کا اندر یہ درست ثابت نہ ہوا۔ اس دعوے کو مستدرکت ہوئے ظیم چینی کیونسٹ رہنماؤڑے تگ نے یہے بعد دیگرے پانچ مضمایں تحریر کئے۔ ان میں سے ایک مضمون میں انہوں نے لکھا کہ دنیا کی تمام چیزوں میں عوام سب سے گرفتار ہیں۔ جب تک چینی کیونسٹ پارٹی کی قیادت کے ساتھ عوام کھڑے ہیں ہر طرح کا مجرہ ممکن ہے۔

زمین کسانوں کی زندگی میں کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ چینی کیونسٹ کے مستخدم اقتدار کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے شروع میں ہی کسانوں کو زمین کی ملکیت دی۔ کسانوں کے پاس کاشت کیلئے زمین دستیاب تھی اور کھانے کیلئے خوراک۔ لہذا چینی کیونسٹ پارٹی کو آبادی کی واضح اکثریت کی زبردست حمایت حاصل ہوئی۔ یقیناً پانی کے خانہ کی تعمیر اور سیلاب سے بچاؤ کے منصوبوں کی تیزی سے تحریک نے بھی چین کی زرعی میشٹ کو مغلکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ 1976ء میں جب ماڈلے تگ کا انتقال ہوا اس وقت چین میں اناج کی پیداوار 36.36 ملین ٹن تک پہنچنے لگی جو 1949ء کے مقابلے میں دو گناہ تھی۔ تاہم چین کی آبادی بڑھ رہی تھی اور اب بھی خوراک کی ضرورت پورا کرنے کیلئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت تھی۔ 1970ء کی دہائی کے اوخر میں زرعی اصلاحات کا آغاز کیا گیا اور ہاؤس ہولڈ نشیریک ریسا نسلی سٹم کا آغاز کیا گیا جسے پیداوار کے ساتھ مریوط کیا اور لوگوں کو خوراک مہیا کرنے کا بڑا مسئلہ پانچ سے چھ برسوں کے دوران حل کر لیا گیا۔ اقوام متحدہ کی طرف سے چین کو خوراک کی امداد مہیا کی جاتی تھی جو 2004ء میں آخری جہاز کی آمد کے بعد اختتام پذیر ہو گئی۔

اس وقت چین دنیا کی 7 فیصد زیر کاشت اراضی سے دنیا کی 20 فیصد آبادی کی

پیش رفت نہیں بلکہ اس کے برعکس مارکسزم کی غلط تعبیر کے مترادف ہے۔ یہ پارٹی کے بنیادی نظریہ سے تعقیل رکھتی ہے اور صحیح اور غلط کے تعین کیلئے طے شدہ بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔

ہر چند کاغذیں میں جیانگ ژین نے ”ملی جلی میعیش“ کا تصور پیش کیا اور اصلاحات کے عمل کو زور و شور سے جاری رکھنے میں کاگزیں کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب رہے اور اس اعتبار سے باہمیں بازو دوائے مقاصد میں کامیابی نہیں ملی لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے یہ ترمیم پسندی کے اپنی آواز کو متضم کیا تھا۔

24 دسمبر 2004ء کو ڈبگ ژاؤ (Zheng Zhou) میں ایک غیر معمولی واقعہ ترمیم پسندی کے خلاف باہمیں بازو کی نہیاں واپسی کی راہ ہموار کرتا نظر آیا۔ چار چینی مظاہرین کو پکڑ کر چار سال کیلئے جیل بھیج دیا گیا۔ ان پر ایک پھلفت تقیم کرنے کا الزام تھا جس کا عنوان تھا میش کیلئے ہمارا قائد (Maforeverourleader)۔ 2007ء تک باہمیں بازو دوکار جان خاصہ مظہم ہوتا نظر آنے لگا۔ اکتوبر 2007ء میں بازو کے نئے ابھار اور واضح نظری بیانیے کے ساتھ دو تباہیں منظر عام پر آئیں۔ ممتاز دانشور مائن (Ma Bin) کی کتاب ماوڑے نگ کی یاد میں (Remembering Mao) میں بازو کے نئے ابھار اور واضح نظری بیانیے کے ساتھ دو تباہیں منظر عام پر آئیں۔ 2010ء میں فکر ماو کے احیا کی تحریک زور پکڑی۔ اس تحریک کے حامیوں میں جن پیغام کو عام کیا گیا۔ Zadang's everest (Zadang's everest) نے زبردست عوامی مقبولیت حاصل کی۔ مذکورہ کتابوں میں اصلاحات اور کھلے پن کی پالیسیوں پر کڑی تقیدی کی گئی اور ماو کی تعلیمات اور خاص طور سے عظیم پرولتاری شافتی انقلاب کی دوڑوک انداز میں حمایت کی گئی۔ پروفیسر ژانگ ہونلیا گنگ سمیت متعدد باہمیں بازو کے دانشوروں نے ان کتابوں کے حوالے سے متعدد تقریبات کا اہتمام کیا اور سو شل میڈیا کے ذریعہ ان کے پیغام کو عام کیا گیا۔ 2010ء میں فکر ماو کے احیا کی تحریک زور پکڑی۔ اس تحریک کے حامیوں میں جن شخصیات کا نام لیا جا رہا تھا ان میں اس وقت کے چینی نائب صدر ڈری ژن پنگ نامیاں تھے۔ چین کے نئے صدر اور چینی میونسٹ پارٹی کے ہرzel یکٹری کی حیثیت سے ڈری ژن پنگ نے کھل کر اعلان کیا کہ ہر قوم کی اصلاحات قبول نہیں۔ صرف وہ اصلاحات کریں گے جو ہمیں سو شلزم کی راہ پر آگے بڑھائیں۔ انہوں نے باہمیں بازو کی ترمیم پسندی کا مقابلہ کرنے کیلئے عوایل لائن اصلاحی مہم کا آغاز کیا۔ بڑھتی ہوئی کرپش پر پوری قوت سے حملہ کیا۔ مارکسی تعلیمات کے احیاء پر زور دیا اور پارٹی کی گرفت مضبوط کرنے کیلئے ٹھوس اقدامات کئے جس کے نتیجے میں باہمیں اور بازو کے انحرافات پر قابو پانے اور پارٹی کی گرفت کو مضبوط بنانے میں مدد مل رہی ہے۔

عوامی جمہوریت کے قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی آراء اور تقید سے نواز میں تاکہ آپکی آراء کی روشنی میں ہم عوامی جمہوریت کے معیار کو بہتر سے بہتر کر سکیں۔

اس بات میں شبہ نہیں کہ ثقافتی انقلاب کے تصور کو فکر ماو سے علیحدہ کرنا ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ثقافتی انقلاب فکر ماو کا تیقینی خریز ہے۔ اس انقلاب کے پیچھے یہ فکر کا فرماقہ کہ انقلاب کے بعد کہی معاشرے میں نطبقات ختم ہو جاتے ہیں نطبقات جو وجد متروک ہو جاتی ہے۔

وقت نے ثابت کیا کہ ماو کا سب سے بڑا کارنامہ عظیم پرولتاری ثقافتی انقلاب ہی ہے جس نے چین میں سرمایہ داری کی راہ پر چلنے والوں اور ترمیم پسندی اختیار کرنے والوں کیلئے چینی مسلسل کیفیت پیدا کر کی ہے۔ سابق سوویت یونین میں خروش پیش ترمیم پسندی اور چین میں ڈیگ کی ترمیم پسندی سے پیدا ہونے والی صورتحال میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ سوویت یونین میں کامریڈ اشالن کو مسترد کیا گیا جبکہ چین میں ماو کی نفع کرنے کی کسی میں جرأت نہیں ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارٹی میں سراہٹا نے والے داہمیں بازو کی ترمیم پسندی کو روز اول سے تلقیہ، مخالفت اور مراجحت کا سامنا کرنا پڑا۔

2001ء میں جہاں جیانگ ژین نامیاں شخصیت سے پارٹی میں شمولیت کی اپیل کر رہے تھے وہیں اس کی مخالفت میں بولنے اور لکھنے والے عناصر بھی موجود تھے۔ 2001ء میں ہی ایک میگزین نرٹھ (Truth) نے ژانگ کی یوان (Xizng) کا اک مضمون شائع کیا جس کا عنوان تھا "Why recruit capitalist" (Qiyuan) کا اک مضمون شائع کیا جس کا عنوان تھا "Why recruit capitalist" سرمایہ داروں کو کیوں بھرتی کیا جائے۔ ایک اور میگزین ٹھاٹریم (Midstreem) نے ایک مضمون شائع کیا جس کا عنوان تھا "Why recruit capitalist" ایک اور میگزین ٹھاٹریم (Midstreem) نے ایک اجازت نہیں دی جاسکتی۔

Private enterprise can not be allowed in the party.
جو لاہی میں پارٹی کا گزیں سے جیانگ ژین کے خطاب پر حفظات کا اظہار کرتے ہوئے 17 نامیاں شخصیات کے دستخطوں سے ایک اعلان نامہ پھلفت کی صورت میں اور آن لائن قیمتی کیا گیا۔ اس اعلان نامہ پر دستخط کرنے والوں میں ڈیگ کی لکن (Deng Liqun)، دو لیگ ژی (Li Erzhong)، ولی ارز ہوگ (Wu Lengxi)، ولی وی (Wei Wei)، لین موہان (Lin Mohan) اور یوان مو (Yuan Mu) شامل تھے۔ ”کیم جو لاہی تقریر کی

بھیانک غلطی“ کے عنوان سے اس اعلان نامہ میں کہا گیا کہ "We believe that the content of the speech of July 1 was not an improvement on the party's guideline thought but rather an incorrect interpretation of Marxism. It envolve, fundamental changes to core party doctrine and violates basic principles of right and wrong."

”ہم سمجھتے ہیں کہ کیم جو لاہی کی تقریر کا مودا پارٹی کے رہنماء اصولوں اور فکر میں کوئی

عورت انقلاب سے پہلے اور بعد

تحریر: مہناز حمیں

”بڑے پیانے کی مشین صنعت میں ملک کے مختلف حصوں سے ہزاروں مزدور آ کے کام کرتے ہیں۔ اور اس میں پدرسری کی بقا و رُخْصی تھا جی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ماضی کے اس روئیے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں کہ سرمایہ دار ان کارخانوں میں عورتوں اور نوجوانوں کو کٹھن حالت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے اوقات کارکوم کرنا اور حفاظت صحت کے اصولوں کو اپنانا بہت ضروری ہے۔ لیکن صنعتوں میں ان کے کام کو منوع قرار دینا اور پدرسری اصولوں کے مطابق انہیں گھر بجھاد بیسا رسار غلط ہے۔“ 1914ء کی پہلی عالمی جنگ نے بھی افرادی قوت میں عورتوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ یہ کتاب میں صنعت میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد بڑھ گئی۔ میلٹ انڈسٹری میں بھی ان کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا، یوں آنے والے انقلاب پر گھرے اثرات مرتب ہوئے۔ عورتوں نے انقلابی کام میں حصہ لیا اور فروری تا اکتوبر 1914ء کو نو ماہ کے انقلابی واقعات میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ عورتیں صرف فروری 1917ء کو منظر عام پائی تھیں، صحیح ہے کہ انقلاب سے پہلے عورتوں کی اکثریت کو مجہول رکھا گیا تھا لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ باشوکیکاری سالوں سے عورتوں کی حمایت حاصل کرنے اور انہیں منظم کرنے میں مصروف تھی۔ بالشوکوں کو اکتوبر 1917ء میں اقتدار حاصل ہونا محض ایک اتفاق نہیں تھا بلکہ یہ طبقاتی شعور بلند کرنے کی شعوری کوشش اور قوم اور صرف کے فرق سے بالاتر ہو کر محنت کشوں کو منظم کرنے کے نتیجے میں حاصل ہوا تھا۔

عورتوں کے مسئلے کے بارے میں باشوکیوں کا نقطہ نظر بورڈا البرل حضرات سے مختلف تھا جو زبانی طور پر تو صنفی مساوات کا پرچار کرتے تھے لیکن عملی طور پر ان پالیسیوں کی حمایت کرتے تھے جو محنت کش عورتوں کو غربت کے شکنجه میں جکڑے اور اقتصادی طور پر محتاج بنائے رکھتی تھیں۔ روئی محنت کش طبقے کی تحریک کے ابتدائی ایام میں ہمیں اسٹٹی سرکلنڈ نظر آتے ہیں جو محنت کشوں کو تعلیم دیتے تھے اور جن میں مارکسی نظریات کا مطالعہ کیا جاتا تھا۔ سو شل ڈیموکریٹک تحریک کا آغاز 1889ء میں ہوا جو مارکسی تصورات پر بنی تھی اور جس کا مقصد سو شلکٹ انقلاب لانا تھا۔ 1890-91ء سے عورتیں بھی اس تحریک میں سرگرم ہوئیں اور ان کے لئے بھی اسٹٹی سرکلنڈ بنتے۔ شروع میں یہ کتاب میں صنعت کی مزدور عورتیں ان میں شامل ہوئیں لیکن بعد میں دوسرا سرکلنڈ بنتے۔ عورتوں نے بھی شمولیت اختیار کی۔ 1890ء کے اوخر تک ایسے ہیں اسٹٹی سرکلنڈ بن چکے تھے۔ ان میں شرکت کرنے والی جو خواتین سلاسلی کے کارخانوں میں کام کرتی تھیں، ان کے حالات کا ریہ تھکر کرہ فرش پر سوتی تھیں، وہیں کام کرتی تھیں اور وہیں کھانا کھاتی تھیں۔ انہیں

متاز مارکسی مورخ وجہ پر شاد کے بقول اکتوبر 1917ء میں سینٹ پیٹریز برگ کی خواتین فیکٹری اور ریز ایک جلوس کی شکل میں لینن سے ملے گئیں اور مطالبہ کیا: کامریڈ لینن، ہم محنت کش خواتین چاہتی ہیں کہ آپ اقتدار سنپھال لیں۔

اس پر لینن کا مشہور جواب تھا:

محجہ نہیں بلکہ آپ محنت کش لوگوں کو اقتدار سنپھالنا چاہتے۔ اپنی فیکٹریوں میں واپس جائیں اور کارکنوں کو یہ بات بتائیں۔

وشا جگرنا تھا پے مضمون میں لکھتی ہیں کہ روئی انقلاب سے پہلے بھی عورتیں فیصلہ کرن اور انقلابی کردار ادا کر رہی تھیں۔ سترھویں صدی میں انگلینڈ کی میڈینڈ بغاوت میں عورتیں نمیاں طور پر شامل تھیں۔ فرانس میں اکتوبر 1789ء میں پاڈشاہت کے خاتمہ کی بعد وہ جہد میں وریز محل پر عورتوں کے مارچ کو فیصلہ کن لمحے کی حیثیت حاصل ہے۔ سات ہزار عورتوں نے ”روئی۔ روئی“ کا نغمہ لگاتے ہوئے پیرس سے محل کی طرف مارچ کیا تھا۔ اس مارچ میں شرکت کرنے والی خواتین کو ”ادر قوم“ کا خطاب دیا گیا۔

جب جاں تک روس کا تعلق ہے، میری فریڈرکسن کی تحقیق کے مطابق:

1917ء کے انقلاب سے پہلے زار کے روس میں آبادی کی اکثریت کسانوں پر مشتمل تھی جو صدیوں سے پسماندگی کا شکار چلے آ رہے تھے۔ عورتوں کو مرد کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ معاشرہ مکمل طور پر پدرسری تھا۔ زار کے قانون کے مطابق عورت مرد کی نلام تھی اور مرد کو قانونی طور پر بیوی کو مارنے کا اختیار حاصل تھا۔ ثقافتی طور پر پسماندہ دیہات میں چرچ کی گرفت مضبوط تھی اور عورت پر ظلم و ستم عام تھا۔ 1897ء کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف 13.1% خواتین خواندہ تھیں۔ لینن نے 1896-99ء میں لکھے جانے والے اپنے مضامین میں روس کے محنت کش طبقے اور عورتوں کے دہرے بوجہ کا تفصیل سے جائزہ لیا تھا۔ بچوں خاص طور پر لڑکیوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ گھر کے کام کا کام جیں ہاتھ بٹانے کے ساتھ ساتھ کھیتوں یا فیکٹریوں میں بھی کام کریں۔ لڑکیوں کو اول تو اسکوں میں داخل نہیں کرایا جاتا تھا، اگر کرایا بھی جاتا تو سال بھر بعد ہی اٹھا لیا جاتا تھا۔ خاتون مزدور بارہ یا چودہ سال کی عمر سے بلکہ اس سے بھی پہلے کارخانوں میں کام شروع کر دیتی تھیں۔ معمولی معاوضے پر انہیں اٹھا رہ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ لینن کا یہ بھی کہنا تھا کہ صنعتی عمل ترقی پسندی کی علامت ہے کیونکہ اس کی بدولت عورتیں گھروں اور پدرسری تعلقات سے باہر نکلتی ہیں اور معاشرے کا خود مقام حصہ نہیں ہیں۔

کی کوئی تاریخ نہیں تھی، خواتین مددویت کا اتنی تعداد میں آنے بے مثال کامیاب تھی۔

ٹرائلسکی 1905ء میں یونیٹ پیٹریز برگ کی اہم سودویت کا چیزیں میں منتخب ہوا تھا، اس نے اس کو نسل یا سودویت کی خاتون رکن بولڈری ویرا کے بارے میں لکھا: ”وہ امید، مایوسی اور جذبے کی آواز تھی“۔ بولڈری ویرا نے پولٹیوف کارخانے کے مردمددوں پر کڑی تقید کی تھی جنہوں نے اپنی انقلابی روایات کے باوجود آٹھ گھنٹے کام کے مطالے کے لئے کی جانے والی ہڑتاں کی حمایت سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا ہدنا تھا کہ عورتیں اس مطالے کے لئے جان دے سکتی ہیں۔ 1905ء کا انقلاب ناکامی سے دوچار ہوا اور بالشویک کارکن زیریں میں سرگرمیوں پر مجبور ہو گئے۔ خواتین بالشویک مردوں کے شانہ بشانہ سرگرم تھیں۔ خواتین انقلابیوں کو اس زمانے میں جو خطرناک فریضہ تقویض کیا جاتا تھا، وہ ”محفوظ گھروں“ کا انتظام کرنا تھا۔ 1905ء میں آئیونوف سودویت کی گیرہ خواتین میں سے آٹھ نے اس طرح کے گھروں کا انتظام کیا تھا۔

ان میں سے اکثر خواتین نے سیکریٹری کا کردار ادا کیا جسے لوگ غیر اہم قرار دیتے ہیں، اور اس بات کا شجوت گردانہ ہے یہ کہ بالشویک خواتین کا اہم کردار نہیں سوچا جاتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت کے بالکل عرعص ہے۔ لینن کی بین ماریہ اور اس کی یوہی نادیزادہ کپ کا یا کو سیکریٹری کی پوزیشن حاصل تھی، لینن اس کردار کو بیہتہ دیتا تھا۔ لینن کی جلاوطنی کے زمانے میں کرپکایا پارٹی۔ سیکریٹری تھی۔ جلاوطنی قیادت اور روس میں سرگرم کارکنوں کے درمیان رابطہ قائم رکھنا اس کی ذمہ داری تھی۔ اس عہدے کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے صرف اتنا یاد رکھنا کافی ہے کہ مرنے سے پہلے لینن نے اسلام کو پارٹی سیکریٹری کے عہدے سے بہانے کی کوشش کی تھی۔

اس پر آشوب دور کی ایک اور اہم بالشویک خاتون سیموولیووا تھی جس کا کوڈ نام نتاشا تھا۔ اس کی سیاسی سرگرمیوں پر لکھے جانے والی کتاب کا عنوان تھا ”نتاشا۔ ایک بالشویک خاتون منتظم“۔ سیموولیووا 1876ء میں پیدا ہوئی۔ زمانہ طالب علمی میں انقلابی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ پچھا مہ کی قید کا نئے کے بعد 1902ء میں وہ پرس چلائی۔ وہاں اس نے لینن اور دیگر سے تعلیم حاصل کی اور کڑی مارکسی بن گئی۔ 1903ء میں وہ بالشویکوں کے ساتھ شامل ہو گئی۔ روس و اپس آکر وہ زیر زمین کام کرنے لگی۔ اپنے انقلابی کام کے سلسلے میں اسے شہر شہر گھومنا پڑتا تھا۔ 1912ء میں جب مولوتوف گرفتار ہوا تو نتاشا نے اس کی جگہ پر اودا اخباری ادارت سنجدی۔ اس وقت پر اودا وہ واحد اخبار تھا جس میں مددور اپنی بات کر سکتے تھے۔ سیمیٹریوں مددور خط لکھتے تھے یا رہا راست اخبار کے دفتر جاتے تھے۔ ایک دن میں سیموولیووا کے دفتر میں تین تا چار سو ملائقی آتے تھے۔ یہ چھوٹا سا ادارتی دفتر شہد کی مکملیوں کے پچتے کی طرح تھا جہاں ہڑتاں مددوں کے نمائندے، ٹریڈ یونیون اور دیگر اداروں کے نمائندے اپنے مسائل بتانے کے لئے آتے تھے۔ کارخانوں میں مددور اپنے پیارے اخبار کے لئے چندہ جمع کرتے تھے۔ کبھی کبھی تو کوئی دھومن، باورچی، لوہاری کو نیپر ہٹر مددور بھی اپنے اخبار کو اپنے مسائل بتانے آ جاتا تھا۔ اور اخباری عملہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں قلمبند کرتا تھا۔

بالشویک دوسروں کے مقابلے میں خواتین کو منظم کرنے میں زیادہ کامیاب رہے

مطلعے کا موقع صرف اس وقت ملتا تھا جب ماکان باہر کہیں گھومنے جاتے تھے۔ محنت کشوں کو سو شلسٹ تعليمات سے آگاہ کرنے میں محلے کے سندھے اسکولز نے اہم کردار ادا کیا۔ ابتداء میں یہ اسکولز حکومت نے مددوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کے لئے شروع کئے تھے۔ لبرل اور مارکسی دانشورو ہاں پڑھانے کے ساتھ لوگوں کوچن کرائے زیریں میں حلتوں میں لے آئے۔ ان اسکولوں میں حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دیا جانے والا لٹریچر بھی تقسیم کیا جاتا تھا۔ سندھے اسکولوں میں اساتذہ کی اکثریت کا لج کی طالبات پر مشتمل تھی۔

1895ء میں مختلف سماجی جمہوری حقوقوں کے ادغام سے جدوجہد یونیٹ نیں بنائی گئی جس نے آگے چل کر سو شل جمہوری پارٹی کو تھم دیا۔ اس کے سترہ بانی ارکان میں سے چار عورتیں تھیں۔ انقلابی کام کا زیادہ تر رخ مخت کش طبقے کی طرف تھا جو 1890ء کے عشرے کے وسط سے ہڑتاں کی طرف زیادہ مالک ہو رہا تھا۔ اس میں خاص طور پر بیکٹسائیل کے شعبے کی مددوں خواتین میں بھی شامل تھیں۔ اسکو میں ابتداء میں ٹریڈ یونیون عورتوں کو رکنیت نہیں دیتی تھیں کیونکہ وہ انہیں زیادہ قدرامت پرمند اور پسمند تھی تھیں۔ مددوں تحریک کے ابتدائی مرحلی میں دیگر ممالک میں بھی عورتوں کے بارے میں ایسا ہی سمجھا جاتا تھا، لیکن بدنرنج بآشور مددوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ مخت کش طبقے کے درمیان صنفی خطوط تقییم کو ختم کرنا ضروری ہے۔

اسکو وکرزر یونین جو زیادہ تر مددوں پر مشتمل تھی، نے ایک پمفات شائع کیا جس میں کہا گیا تھا: ”ہمیں مدد اور عورت مددوں کو بھی الگ نہیں کرنا چاہئے۔ روس کی بہت سی فیٹریوں میں اس وقت عورت مددوں کی تعداد مددوں سے زیادہ ہے اور فیٹری ماکان ان کے ساتھ کہیں زیادہ ظالمانہ سلوک روا رکھتے ہیں۔ عورتوں کے مفادات مددوں کے مفادات سے مختلف نہیں ہیں۔ مدد اور عورت مددوں کو ہاتھ میں ہاتھ دال کے آزادی کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے۔ لینن عورتوں کے مسئلے کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ اس کی یوہی کرپکایا کے لقول جلاوطنی کے زمانے میں وہ جن موضوعات پر لکھنا چاہتا تھا، ان میں عورتوں اور مددوں کے آدرس کے بارے میں ایک کتابچہ بھی شامل تھا۔ کرپکایا کو بھی عورتوں کے مسئلے سے نہ مٹا پڑا۔ وہ 1869ء میں پیدا ہوئی۔ بر سینیف گروپ میں شامل ہوئی، وہیں اس کی 1894ء میں لینن سے ملاقات ہوئی اور بعد میں دونوں کی شادی ہوئی۔ 1896ء میں اسے یونین کارکن ہونے کے جم میں گرفتار کر لیا گیا۔ 1898ء میں اس نے سو شل ڈیکور یک پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ اس کا شارمنتاز خواتین بالشویکوں میں ہوتا تھا۔

جلاوطنی میں لینن کا زیادہ وقت 1903ء کی کانگرس کے لئے پارٹی پروگرام کا مسودہ تیار کرنے پر صرف ہوتا تھا۔ اس کی تجویز پر مدد اور عورت کے لئے مکمل مساوی حقوق کے مطالے کو پارٹی پروگرام کا حصہ بنایا گیا۔

جلد ہی مددوں نے ”وکرزر کو نسلو، جنہیں روی زبان میں سودویت کہتے ہیں، بہانا شروع کیں۔ ان کو سلو میں عورتیں نہیاں تعداد میں نظر آتی تھیں۔ جیسا کہ بلیر اور میکڈرڈ نے ”روس کی انقلابی عورتیں“ میں لکھا ہے، ایک ایسے پدر سری ملک میں جہاں منتخب جمہوری حکومتوں

فیصلہ کیا تھا۔ اپنے مطالبات کے لئے عورتوں نے ہر تال کی، بڑی بڑی ریلیاں نکالیں۔ ایک لاکھ سے زیادہ عورتوں نے مظاہروں میں شرکت کی۔ انہوں نے جنگ میں حصہ لیے وائے سپاہیوں سے بھی رابطہ کیا اور انہیں اپنی تحریک میں حصہ لینے پر آمادہ کیا۔ چند دنوں میں ہی یہ سرگرمیاں بغادت کی شکل اختیار کر گئیں اور پانچ دن بعد زار کا تختہ الٹ دیا گیا۔ ایک دفعہ پھر درکرز کو نیلیں یا سو دیگر قائم ہوئیں اور بالشویکوں نے مطالبہ کیا کہ سارے اختیارات سو دیگر کو دے دئے جائیں۔ دیہات میں کسان عورتوں نے بھی بغادت کر دی۔ عورتیں جنگ کا خاتمه چاہتی تھیں، ان کا مطالبہ امن اور روپی تھا۔ اکتوبر انقلاب تک بالشویک مختکشوں کی اکثریت کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

مارچ 1917ء میں بالشویکوں نے عورتوں کا اخبار نکالنا شروع کیا جس کے علماً ادارت میں کرپکایا، انیسا آرمڈ اور دیگر اہم بالشویک خواتین شامل تھیں۔ اس کے ساتھ ہی مزدور خواتین میں انقلابی کام کو فروغ دینے کے لئے ایک ایجنسی بھی قائم کی گئی۔ اس دوران یمن نے بھی مزدور خواتین کو سولازم کی جدوجہد میں شامل کرنے کے لئے کمیٹیاں ملائیں۔ اکتوبر میں مختکشوں کو اقتدار مل گیا اور بالشویکوں نے عورت اور مردوں کے درمیان مساوات کے لئے عملی اقدامات شروع کر دیئے۔ یہ اپنے عہد کے حافظ سے انتہائی ترقی پسندانہ بات تھی کیونکہ اس وقت تک کسی سرمایہ دار ملک میں قانونی طور پر عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات نہیں تھی۔ اقتدار سنبھالنے کے چاروں کے بعد سو دیت حکومت نے ایک حکم کے ذریعے اوقات کا آٹھ گھنٹہ یومیہ کردئے۔ بالشویکوں کو ایک انتہائی پسماندہ ملک میں اقتدار ملا تھا، جہاں ناخواندگی عام تھی۔ اس لئے سب سے پہلی توجہ تعلیم عام کرنے پر دی گئی۔ عورتوں کی نقل و حرکت کی راہ میں حائل رکاوٹیں دو کی گئیں۔ عورتوں کو ان کے نئے مقام سے آگاہ کرنے کے لئے کمی کا نافریض منعقد کی گئیں۔ اور یوں سو سال قبل ایک نئے سفر کا آغاز ہوا۔ جس کی اس ماہیادمنائی جاری ہے۔

☆☆☆☆☆

عوامی جمہوریت ایک غیر تجارتی پرچہ ہے جو کہ سراسر ذاتی وسائل کی فراہمی کی بنیاد پر شائع کیا جاتا ہے پرچے کی اشاعت کا تسلسل دوستوں اور قارئین کے فراہم کردہ وسائل کا محتاج ہے، اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کی اشاعت بلا کسی رکاوٹ کے جاری اور ساری رہے اور اس سلسلے میں اپنے تمام چاہنے والوں اور قارئین کے مشکور ہونگے اگر وہ پرچے کی قیمت وقت پر ادا کر دیں۔ علاوہ ازیں دوستوں اور چاہنے والوں کی طرف سے مالی تعاون کے بھی منتظر ہیں گے۔

خچے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ 1905ء کی شکست کے بعد کے بعد پسندوں میں خواتین کو منظم کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ مثال کے طور پر 1912ء میں ہونے والی پارٹی کا گنگر میں کسی خواتین نے شرکت نہیں کی۔ پہلی عالمی جنگ سے فوراً پہلے شروع ہونے والی انقلابی اہمی کی بدولت عورتوں کی شرکت میں پھر سے اضافہ ہوا۔ اگست 1914ء میں ہونے والی چھٹی پارٹی کا گنگر میں شامل ہونے والے 171 مندوبین میں سے چھ فنی صد خواتین تھیں۔ ان میں سے تین خواتین پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں منتخب ہوئیں یعنی اس کمیٹی میں جسے آنے والے دنوں میں اکتوبر انقلاب میں بالشویکوں کی قیادت کرنی تھی۔ 1914ء سے طبقائی جدوجہد میں ابھار کے ساتھ عمومی رکنیت خاص طور پر خواتین کی رکنیت میں اضافہ ہوا، گوہ ان کا ناساب مکہم ہی رہا۔ ہر حال حالات کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو اتنی تعداد میں منظم کرنا بھی بڑی کامیابی تھی۔ لیکن اس کے باوجود پہلی بورژوا فیمنسٹ بالشویکوں پر تقدیر کرتی تھیں کہ انہیں خواتین کے سلسلے کی پروانیں۔ روس میں پہلی بورژوا فیمنسٹ تحریک مزدور تحریک سے الگ رہی، شروع میں ان کی توجہ صرف عورتوں کی تعلیم کے حق پر تھی۔ صنعتی عمل کے شروع ہونے اور شہروں میں مزدور یا پرولتاریہ طبقے کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باعث فیمنسٹ کی توجہ کا مرکز فلاہی تنظیمیں بن گئیں تاکہ مزدوروں کی حالت کو بہتر بنایا جاسکے۔ پہلی بورژوا فیمنسٹ صنعتی عمل کے اثرات کو ایک ایسی چیز کے طور پر دیکھتی تھیں جس کی ”تلائی“ خیرات اور اصلاحات کے ذریعے کی جاسکتی تھی۔ صنعتی عمل کی مشکلات اور مصائب کے باوجود بالشویک اسے ایک ثابت اقدام سمجھتے تھے جس کی بدولت خواتین طبقائی جدوجہد میں شامل ہو رہی تھیں۔

1900ء میں جب روسی بورژوا جمہوریت کے قیام کے امکانات روشن ہوئے تو پہلی بورژوا فیمنسٹ نے سیاسی تنظیم کا عمل شروع کیا تاکہ ووٹ کا حق مل جانے کی صورت میں عورتوں کو بھلاند دیا جائے۔ بالشویک بھی ایسے جمہوری مطالبات کے لئے لڑ رہے تھے جن کا تعلق طبقائی امتیاز کے بغیر ساری خواتین سے تھا جیسے حق رائے دہی، طلاق کا حق وغیرہ۔ ان کو یقین تھا کہ عورت کو آزادی صرف سولازم کے ذریعے ممکن ہے۔ یمن اور بالشویک عورتوں کی جدوجہد اور تنظیم کو بہت اہمیت دیتے تھے لیکن وہ ایسا ہر طرح کے ٹلم و جبر کے خلاف محکم طبقے کو منظم کرنے کے لئے کرتے تھے۔ اس لئے ان کا خیال تھا کہ عورتوں کو بالشویک پارٹی یا مزدوروں کی تنظیموں کے اندر ہی منظم ہونا چاہیے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی عورتوں نے بالشویک پارٹی کی تعمیر اور اس میں عورتوں کو منظم کرنے کے لئے بہت کام کیا۔

پہلی عالمی جنگ نے انقلابی اہمیں ایک عارضی قحط پیدا کیا، اگرچہ عورتوں کی سیاسی تنظیم کوئی تو ناتی می۔ لاکھوں مرد جنگ پر چلنے کے اور عورتیں انہضڑی میں داخل ہو گئیں۔ فوجی شکستوں، اقتصادی انہدام اور انماج کی آسمان سے با تین کرتی ہوئی قیمتیوں نے عورتوں سمیت سارے مزدوروں کو ہر تالوں پر آمادہ کیا۔ جس کا نتیجہ 1917ء میں فروری انقلاب کی صورت میں تھا۔ روی انقلاب کا آغاز عورتوں کے عالمی دن (جو لین کینڈر 23 فروری اور مغرب میں آٹھ مارچ) کو ہوا۔ خواتین مزدوروں نے اسے عورتوں کی مساوات کے دن کے طور پر منانے کا

بالشویک انقلاب ناکامی کے چند اسباب

تحریر: مفتاد منصور

کیلئے مفت اعلیٰ تعلیم، بڑی سہولیات اور سو شکل سیکھ رہی۔ اس کے علاوہ اشیائے صرف کی قیمتوں کا تعین بھی ریاست کرنے لگے، تو عام آدمی کی زندگی مزید مشکلات میں گھر جاتی ہے۔ باسیں بازو کے پیشتر ان شوروں کے خیال میں ناکامی کی نیاد اشان کے اقدامات کی وجہ سے 1950 کے عشرے ہی میں رکھی جا چکی تھی۔ جب خروجیف نے اصلاح احوال کی کوشش کی تو بنیاد پرست کمیونٹیوں نے اسے راستے سے ہٹا دیا۔ خروجیف کے اقدامات کو نہ صرف روس بلکہ چینی کمیونٹی پارٹی نے بھی ناپسند کرتے ہوئے رد کر دیا۔ اس طرح دنیا بھر میں کمیونٹی پارٹیاں روس نواز اور جیجن فواز گروہوں میں بٹ گئیں۔ جس کا نقصان مارکسی فکر کو ہوا۔ ڈاکٹر ایک رحیم نے اپنے مضامین میں مارکس کے فلسفے میں پائے جانے والے بعض نقائص کی نشاندہی بھی کی ہے، جو کمیونٹی ریاست کے خاتمه کا باعث بنے۔

کچھ احباب میخائل گور باچوف کو ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن ان معروفی حالات کا جائزہ لینے سے گریز کرتے ہیں، جو نظام کی ناکامی کا باعث ہے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ سو شملت ریاستیں کمیونٹی میں فیسوں میں درج ان مقاصد کی تجسس میں کس حد تک کامیاب اور یانا کام رہیں؟ جو اٹھاروں یہی صدی سے جنم لینے والے طبقانی جدل کے نتیجے میں انیسوں صدی کا حاصل تھے۔ سو شملت اصول و خواطی اور ان ممالک میں قائم ہونے والی طرز حکمرانی میں کس قدر مطابقت رہی؟ لیکن خرابی بسیار کی تہامت ذمہ داری اشان کی پالیسیوں یا گور باچوف کے اقدامات کے سرمنڈھی جائیں، یاد رہیں میں جنم لینے والے واقعات اور اقدامات پر بھی توجہ دی جائے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پوری صورتحال کا غیر جانبدارانہ انداز میں جائزہ لینا ہوگا۔

در اصل حقیقت پسندی (Rationalism) اور انہی تقاضی (Dogma) میں کلیدی فرق یہ ہے کہ عقیدہ پرست لوگ انہی تقاضی کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت پسندانہ سوچ یہ ہے کہ ان تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے جو حمایت یا مخالفت میں سامنے آرہے ہیں۔ مارکسی فکر کے دعویوار لوگوں نے مارکسی سوچ کو سائنس تو ضرور کہا، لیکن اس کو ایک صحیفہ کا درج بھی دیا۔ لیکن دوسری طرف کمیونٹی پارٹی پر انہا اعتبار بھی کیا۔ بلکہ عقیدت مندی میں اس حد تک گئے کہ اس کی خامیوں اور کمزوریوں کو بھی نظر انداز کر دیا۔ جن لوگوں نے پارٹی کے طرز عمل پر تقاضی کی، ان کی تقاضی کا سائنس انداز میں جائزہ لینے کی بجائے انہیں سرمایہ دار دنیا کا الجنت فرارے کر ان سے قطع تعلق کر لیا۔

برطانوی فلسفی لارڈ برٹریٹڈ رسن نے 1920 میں سوویت یونین کا پہلا دورہ کیا اور 1926 میں دوسرا۔ دونوں دوروں کے دوران اپنے مشاہدات کو اس نے دو کتابوں میں

بالشویک انقلاب اکتوبر 1917 میں تکمیل پذیر ہوا۔ جبکہ 1989 کے وسط میں اختتام پنیر۔ یوں کوئی 72 برس عالمی سطح پر ایک بڑے نظام کے طور پر اپنی حیثیت تسلیم کرانے کے بعد کچھ اغیار کی سازشوں اور سب سے بڑھ کر اپنی بعض عکیں غلطیوں اور کوتا ہیوں کے باعث حق حکمرانی سے محروم ہو گیا۔ اس سے قطع نظر کہ اغیار نے کیا کہا اور کیا سازشیں کیں، خود اپنی غلطیوں کا اخلاقی جرأت کے ساتھ تقاضی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

اگر ان 70 برسوں کے دوران کامیابیوں اور کامرا نیوں کا جائزہ لیا جائے، تو سو شملت معاشروں نے امریکا سے زیادہ سائنسی محققین پیدا کئے۔ یورپ سے زیادہ انجینئر اور سر جن تیار کئے۔ بچوں کی تکمیل اشت کا اعلیٰ پیمانے کا نظام سامنے لایا گیا۔ نسلی، انسانی، صفائی اور عقیدے کی بنیاد پر امتیازات کا خاتمه ہوا۔ سو شکریوں کا مربوط نظام تعارف کرایا گیا۔ تو انہی کے محفوظ استعمال کا طریقہ کارروائی کیا۔ دنیا بھر سے زیادہ سائنسی تحقیق کیلئے بجٹ مختص کیا۔ شافتی پاماندگی کا خاتمه کیا۔ مگر اس کے باوجود یہ نظام ایک صدی کمکل کے بغیر کیونکر میں بوس ہو گیا؟ یہ سوال متوجہ شہریوں کے ذہنوں میں مسلسل گردش کر رہا ہے۔

اس کے بریکس سرمایہ دارانہ نظام اپنی تہامت رجبا شتوں اور کمزوریوں کے باوجود چار صدیاں گذر جانے کے باوجود نہ صرف موجود ہے بلکہ مزید مضبوط ہوا ہے۔ اس کی کمزوریاں اور خامیاں مارکسی فکر کے سیاسی مظہر نامے سے ہٹ جانے کے بعد زیادہ برہمنہ انداز میں سامنے آئی ہیں۔ یہ حقیقت بھی سامنے آئی ہے کہ بعض با اثر اور طاقت ور عالمی حلقوں اور حکومتوں اس نظام کو بسیا کھیاں فراہم کئے ہوئے۔ اگر یہ بسیا کھیاں ہٹائی جائیں، تو یہ نظام اونٹھے پر زمین پر آپڑے۔ مگر طاقت ور حلقوں کی تہامت مد و تعاون کے باوجود یہ نظام ڈیلوکر کرنے میں ناکام ہے۔

یہ وجہ ہے کہ دنیا کا امیر ترین شخص بل گئیں بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ سرمایہ داری نظام اپنے لائچے، ہوس زر اور کوتاہ بینی کے باعث اس دھرتی پر بہتر زندگی دینے میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔ بلکہ اس نظام نے عالم انسانیت کو بدترین طبقانی تقسم کے ذریعہ اذیتوں میں بٹلا کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ "آج کی دنیا میں سماجی انصاف وقت کی اہم ترین ضرورت بن چکا ہے۔ جو اسی وقت ممکن ہے، جب انسانی معاشروں میں معاشری انصاف ہو۔ معاشری انصاف کیلئے ہم سو شملت نظام کی طرف دیکھنے پر مجبور ہیں، کیونکہ اس کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔"

کچھ تجزیہ نگاروں کے خیال میں سو شملت نظام کی ناکامی کا سبب اختیارات کی مرکزیت تھی۔ کیونکہ جب اشیائے صرف کی راشنگ ہو جائے اور عام آدمی کو جو تے کی مرمت کیلئے اپنی باری کا انتظار کرنا پڑے تو وہ ان مراتعات کو بھول جاتا ہے، جو اسے پہلے سے میسر ہیں۔ یعنی بچوں

ٹانوی حیثیت دیتے ہیں، لیکن ان کے خیال میں معیشت کی مرکزیت اور یورو کریکٹ کنٹرول نے معیشت کو عام شہری کیلئے پچیدہ بنا دیا تھا۔ جس کا سب سیاسی نظام کی مرکزیت تھی۔ اسی طرح باسیں بازو کے پیشتر دانشور سو شلسٹ ممالک کی ریاستی حکمت عملیوں پر بھی تنقید کرتے ہیں کہ وہ حقیقت پر نہیں تھیں۔

سوویت یونین میں اصلاح احوال کی کوششوں کا آغاز خروجیف کے دور میں ہوا، جو 1953 سے 1964 تک اقتدار میں رہے۔ خروجیف پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ اس نے اسلام کے اقدامات کی نفع یا انہیں ختم کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ ماہرین عمرانیات اور سیاست کے خیال میں خروجیف کو ان خامیوں اور کوتاہیوں کا واضح ادراک ہو گیا تھا، جو سوویت ریاست میں لینن کی وفات (21 جنوری 1924) کے بعد پیدا ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ مگر کمیونٹ پارٹی کی قیادت ہنفی طور پر ان تبدیلوں کیلئے تیار نہیں تھی۔ خروجیف کے اقدامات بھی پارٹی کے اندر موجود قدامت پسند کیوں نہیں تھے۔ اسلئے انہیں عہدے سے بہانے کیلئے پارٹی کے اندر ہم شروع ہو گئی، جو بالآخر 1964 میں کامیاب ہو گئی۔

اس طرح خروجیف کی جگہ بزریف پارٹی کے سیکریٹری جزل منتخب ہو گئے۔ جبکہ کوئی جن کو پولٹ یورو کے احکام پر نیاز یا عظم مقرر کیا گیا۔ 1966 میں گلولائی پوڈ گورنی کو کنسٹ کا باعث صورتحال کا درست مارکسی تحریر نہیں کر سکے۔ البتہ چند جرمن دانشوروں نے جو خود کو نئے مارکسی (Neo-Marxian) قرار دیتے تھے، معروف مارکسی دانشور کارل گرون برگ (Carl Grunberg) کی قیادت میں 1923 میں معاشرتی نظاموں کا تقیدی جائزہ لینے کی خاطر ایک فورم قائم کیا۔ جو بعد میں "فریکفرٹ اسکول" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس فورم میں سوویت نظام پر ناقصہ اندماز میں مباحثت ہوئے۔

یہ ایک انتہائی غلط فیصلہ تھا۔ بلکہ مارکسزم کی سائنس سے منقاد سوچ کا مظہر تھا۔ کیونکہ دنیا کے دیگر ممالک کی کمیونٹ پارٹیوں کو روں یا چین کا Mouth Organ بننے کی بجائے اپنے اپنے ممالک کے معرفی حالت کے تحت مارکسی فلسفے کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے پالیسیاں مرتب کرنا چاہتے تھیں۔ مگر کمیونٹ پارٹیوں میں موجود Dogmatic سوچ نے کمیونٹ نظریے کو بھی ایک عقیدے کی شکل دی دی، جس کے مقنی اثرات مرتب ہوئے اور دنیا بھر میں کمیونٹ پارٹیاں تقسیم ہوتی چل گئیں۔

1970 کے عشرے میں فریکفرٹ اسکول کے اہل دانش نے سوویت یونین کی صورتحال پر کئی نشتوں کا اہتمام کیا۔ جن میں Neo-Marxian فلاسفہ نے سوویت نظام کی تجاویز سیاسی نظام میں موجود خامیوں اور تقاضوں کی نشاندہی کرتے ہوئے، ان میں اصلاح کی تجاویز پیش کیں۔ مگر روی کمیونٹ پارٹی نے ان تجاویز کو رد یا اور فریکفرٹ اسکول کے اہل دانش پر الزام عائد کیا کہ وہ مغرب کے سرمایہ دار اہل نظام کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ اس گروپ کے پیش کردہ تنقیدی نکات اور تجاویز کو کم از کم دنیا کی دیگر ممالک کی کمیونٹ پارٹیاں زیر مطالعہ اور زیر بحث لاکھتی تھیں۔ مگر پوری دنیا کی کمیونٹ پارٹیاں سوویت کمیونٹ پارٹی یا پھر چینی کمیونٹ پارٹی کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے عقیدہ پرستی کا روئیہ اختیار کئے ہوئے تھیں۔ جس کی وجہ سے ان تمام

تفاہم دنکیا۔ پہلی کتاب In Praise of Bolshevik Revolution 1920 کے دورے کے فوراً بعد لکھی گئی۔ اس میں اس نے باشیک انقلاب کی تعریف کی۔ جبکہ دوسرا کتاب Theory and Practice of Bolshevism میں اس نے پورے نظام کا ناقصہ جائزہ پیش کیا۔ اب یہ کیھنے کی بجائے کمیونٹ پارٹیوں کے دوران جو فرق محسوس کر رہا ہے، اس کا پس منتظر اور اسباب کیا ہیں؟ کمیونٹ پارٹیوں نے دنیا بھر میں اس کی دوسرا کتاب کو انقلاب دشمن قرار دیا۔ حالانکہ اس میں سوچنے، سمجھنے اور جائزہ لینے کیلئے خاص مواد موجود تھا۔ اگر رسل کے خیالات کو رد کرنے کی بجائے ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی، جن کی اس نے نشاندہی کی تھی تو ابتدائی ایام میں خاصی پیش بندی ممکن تھی۔

سوویت یونین اور مشرقی یورپ میں سو شلزم کی ناکامی کی وجہات پر دائیں اور باسیں بازو سے تعقیل رکھنے والے اہل دانش تسلسل کے ساتھ غور خوب کرتے رہے ہیں۔ مغرب کے دائیں بازو کے سرمایہ دار ممالک نے سو شلسٹ نظام کا مسلسل جائزہ لینے کیلئے کئی تحقیقاتی گروپ تشكیل دیتے تھے، جو سو شلسٹ ممالک کی فعلہ سازی اور حکمت عملیوں پر مسلسل نظر رکھنے کے تھے۔ جبکہ باسیں بازو کے ایسے تحقیقی حلقوں عالم طور پر کمیونٹ پارٹیوں کے زیر اثر ہونے کے باعث صورتحال کا درست مارکسی تحریر نہیں کر سکے۔ البتہ چند جرمن دانشوروں نے جو خود کو نئے مارکسی (Neo-Marxian) قرار دیتے تھے، معروف مارکسی دانشور کارل گرون برگ (Carl Grunberg) کی قیادت میں 1923 میں معاشرتی نظاموں کا تقیدی جائزہ لینے کی خاطر ایک فورم قائم کیا۔ جو بعد میں "فریکفرٹ اسکول" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس فورم میں سوویت نظام پر ناقصہ اندماز میں مباحثت ہوئے۔

فریکفرٹ اسکول کے دانشور تسلسل کے ساتھ سوویت یونین اور مشرقی یورپی ممالک کی پالیسیوں پر تقید کرتے رہے تھے۔ وہ بار بار تھہہ کر رہے تھے کہ اگر اندر وطنی انتظامی دھانچے کو بہتر بنانے کی کوشش نہیں کی گئی، تو یہ نظام ایک دن زیں بوس ہو جائے گا۔ ان کا خیال تھا کہ طبقاتی نظام کی مخالفت کرنے والی جماعت خود ایک طبقہ کی شکل اختیار کر پکھی ہے۔ خاص طور پر باسیں بازو کے دانشور ایک اصطلاح "اسلام ازم" استعمال کرتے ہیں، جس کا مطلب "بیورو کریسی اور پارٹی کی طاقتور با اختیاریت" ہے۔ یعنی اسلام نے پارٹی کو ایک نئے طاقتور طبقہ کی شکل دی دی، جس نے بیورو کریسی کے ساتھ مل کر ریاست کے اقتدار علی پر کمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ جس کے نتیجے میں اصل بالشویک طبقہ جس کے طاقت اور نام پر انقلاب بپاہو تھا، وہ پس پشت چلا گیا۔

دائیں بازو کے دانشوروں کے خیال میں سو شلزم کے بھیت ریاستی نظام (Statism) کے خاتمه کے تین کلیدی اسباب ہیں۔ (i) معاشری، (ii) سیاسی اور (iii) تزویری۔ ان دانشوروں کے خیال میں معیشت کی مرکزیت نے مارکیٹ کا کنٹرول چلی سڑک کے شرکت داروں (Stakeholders) کی بجائے ریاست نے اپنے کنٹرول میں رکھا۔ یوں اشیائے صرف کی قیمتیوں کے تعین، منافع اور نقصان کا میزانیہ اور ذاتی جائیداد سے اخراج نے معیشت کو زیس کرنے میں کلیدی کردا رکھا۔ باسیں بازو کے اہل دانش مارکیٹ کنٹرول کو

تعزیتی ریفرنس

رپورٹ سلیم نوناری

عوامی و رکرز پارٹی یونٹ بادھ ضلع لاڑکانہ کی جانب سے پارٹی کے مرکزی رہنماء کا مریڈنیم شاکر اور حیدر آباد پارٹی کے سابق صدر کا مریڈن غلام حسین لغاری کی وفات پر انہیں خراج تھیں پیش کرنے کے لئے مورخ 19 اکتوبر 2017ء کو پارٹی دفتر میں ایک تعزیتی ریفرنس منعقد کیا گیا۔ اس تعزیتی پروگرام کی صدارت عوامی و رکرز پارٹی بادھ کے یونٹ سکریٹری کا مریڈ منور سنديلو نے کی۔

پروگرام میں عوامی و رکرز پارٹی سنده کے نائب صدر کا مریڈ اثر امام، پارٹی کے صلیعہ عہدہ داران کا مریڈ محبوب چیرزادہ، سینگرانو ناری اور دیگر نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مررجم کا ریڈوں کی جدو جہد سے بھر پوزندگی پر انہیں سرخ سلام پیش کیا۔ پروگرام کی کارروائی کا مریڈ سلیم نوناری جبکہ استقبالیہ تقریکا مریڈ اسرار نوناری نے پیش کی۔

اس موقع پر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کامریڈ نیم شاکر ایک اچھا وکیل ہونے کے ناطے مظلوم اور حکوم عوام کی دادری کرنے والا بے لوث شخص تھا جس نے بے بس اور لاچار لوگوں اور نہیں اتفاقیوں کی فیض لیے بغیر وکالت کی۔ خاص طور پر توہین مذہب کے کیسوں میں ملزمان کی بہادری کے ساتھ وکالت کی وہ ایک طویل عرصے تک عوامی جمہوریت میگزین کے مدیر ہے اور بخشش عوامی پارٹی سے سیاست کی ابتداء کر کے سو شلسٹ پارٹی آف پاکستان، پھر ورکرز پارٹی، بخشش ورکرز پارٹی اور آخر میں عوامی ورکرز پارٹی میں شامل رہے۔ انہوں نے آخری دم تک محنت کشوں کی سیاست کے ساتھ اپنا رشتہ قائم رکھا۔

کامریڈ غلام حسین لغاری اتنے خود دار تھے کہ انہوں نے ہسپتال تک جانے کے لئے شرچیل میں کی مہیا کردہ ایک بیس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک الیہ ہے کہ ہمارے دونوں کامریڈ زسرطان کے مرض میں بہتلا ہوئے اور ہم سے بچھر گئے۔ مقررین نے کہا کہ ہم شرمندہ ہیں کہ اپنے زیریلانع کامریڈ کی مالی امداد کے سلسلے میں کوئی خاص کردار ادا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس سلسلے میں بخوبی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے تاکہ پھر کوئی کامریڈ سو بھوگیاں چندانی کی طرح اپنی لابیریری فروخت کرنے یا کامریڈ غلام حسین کی طرح کمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کی آخری سانسیں لینے پر مجبور نہ ہو۔ کامریڈ نیم شاکر اور غلام حسین لغاری کی وفات پارٹی اور عوامی سیاست کا بہت بڑا لفظان ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ اپنے بے مثال کردار کی وجہ سے تاریخ میں ہمیشہ یاد کیے جاتے ہیں۔ کامریڈ نیم شاکر اور غلام حسین بھی ایسے کردار تھے جنہوں نے عوام کی خاطر لازوال قربانیاں دے کر خود کو سرخ روکیا۔ پروگرام میں عوامی ورکرز پارٹی کے ساتھیوں کے علاوہ سنده ترقی پسند پارٹی اور دیگر تنظیموں کے دوستوں نے بھی شرکت کی۔

تجاویز پر عمل نہیں ہو سکا جو 1926ء کے بعد سے تسلیل کے ساتھ دی جاتی رہی تھیں۔

سوسویت یونین میں خروجیت کے بعد سے نظام حکمرانی جمود کا شکار ہونے لگا تھا۔ بر زنیف کے دور میں انتظامی سٹھ پر معاملات جمود کا شکار ہونا شروع ہوئے۔ جس کی وجہ سے معاشر ترقی کی رفتار بھی سست روی کا شکار ہوتی چلی گئی۔ بر زنیف کے انتقال کے بعد آندر پوف صرف 15 ماہ پارٹی کی قیادت کر سکے۔ مگر وہ اس پورے عرصہ میں زیادہ تر پیارہ ہے اور پولٹ بیورو کی اجلasoں کی صدارت سے غیر حاضر۔ ان کے بعد ان سے زیادہ عمر سیدہ چنکواں عہدے پر فائز ہوئے۔ وہ 13 ماہ بعد انتقال کر گئے۔ اس طرح بر زنیف کے دور میں شروع ہونے والا انتظامی اور معاشر جو دمزمید گہرا ہوتا چلا گیا۔ جبکہ دوسری طرف مغربی یورپ اور امریکا کے علاوہ جاپان میں نئی سائنسی تحقیقات کے نتیجے میں نئی نئی ایجادات سامنے آ رہی تھیں۔ خاص طور پر انفارمیشن اور سینٹرا یونٹ نیکتا لوجی سے دنیا میں ایک نیا صنعتی انقلاب بپا کر دیا تھا۔ جس نے پوری دنیا لوگوں ولحق میں تبدیل کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ایک دہائی کے بعد تین سیاہ جمود کے بعد 11 مارچ 1985ء میں 56 سالہ میخائل گور باچوف پارٹی کے جزل سکریٹری منتخب ہوئے۔ وہ خروجیت کی اصلاحات کے حامی تھے۔ کیونکہ اسوقت تک عالمی معاشی ذرائع ابلاغ ایک طرف خور وسی تحریکیہ نگار بھی سوسویت یونین کی کمزور ہوتی میثمت پر فکر مند تھے۔ گور باچوف نے اصلاحات لانے کی خاطر گلاسنوس اور پراسترا یونیکا کی پالسیاں شروع کیں، جنہوں نے معاشی عدم احتکام کا شکار روتی عوام کو محل کرائے۔ جذبات کے اظہار کا موقع فراہم کیا۔ یوں وہ نظام جس نے مشتمل معاشروں میں تعلیم عام کی، سوشیکیورٹی کے نظام کو متعارف کرایا، بحث کی بہترین سہولیات فراہم کیں۔ پارٹی کی مرکزیت پسندی اور بیورو کریکی کی پورے نظام پر بالادستی کے نتیجے میں زیں بوس ہو گیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر دنیا کے دیگر ممالک کی کمیونسٹ پارٹیاں سوسویت کی مقلد بننے کی بجائے اپنے اپنے معروضی حالت کے مطابق مارکسزم کی سائنسی میکرم کو استعمال کرتے تو سوسویت یونین میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کا ان پر اثر نہیں پڑتا اور وہ اپنے اپنے ملکوں میں اپنی اپنی سیاسی حکمت علیوں کے ساتھ فعالیت کے ساتھ کام کرتی رہتی۔ بھارت میں کمیونسٹ پارٹی نے اپنے طور پر چلنے کی کوشش کی۔ جس کی وجہ سے اس نے بھکال کے علاوہ کیم الائیں ہمیکی چالائیں لیکن بھارتی کمیونسٹ پارٹیاں کھی اپنے روانی طرزِ عمل کی وجہ سے ناکام ہوتی چلی گیں۔

اسلے یہ سویں صدی کی آخری دہائی میں جو ہواں اس پر کافی فسوس ملنے کی بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس تبدیل شدہ دنیا میں مارکسی فلسفے کو دوبارہ فعال کس طرح کیا جائے۔ کیونکہ ماضی کے مقابلہ میں احتصالی تقویت آج زیادہ مضبوط ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے عالم آدمی کی زندگی میں یچھیدگیاں بیدا ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ سرمایہ دارانہ نظام اپنی تمام تر خباشوں اور بے پناہ سیاسی قوت کے باوجودنا کامی سے دوچار ہے۔ لہذا آج کی دنیا کے معروضی حالت اس بات کے مقتضی ہیں کہ آج کی دنیا کے سیاسی و سماجی تناظر میں مارکسزم کو کس طرح دوبارہ فعال کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کیلئے مارکسی فکر کا از نو مطالعہ یعنی Re-visit کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

ماحولیات اور سوشازم

تحریر: طوبی سید

(emissions) میں اضافہ ہوتا ہے، آلوگی نے دنیا میں سانس کی بیماریوں میں بے تھا شے اضافہ بھی کیا ہے۔

باکیں بازو کی سیاست سے ماحولیاتی تبدیلی کی جڑت اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے متاثر ہونے والے لوگوں کا طبقاتی پس منظر ہے، سرمایہ دارانہ نظام کے اس "خنے" سے مستفید ہونے والوں میں سب سے زیادہ دنیا کا محنت کش طبقہ اور دیگر پسے ہوئے طبقات شامل ہیں۔ سرمایہ دار خود تو عالیشان پر فضا ہاؤ سنگ سوسائٹیوں میں رہتے ہیں لیکن غیر رسمی رہائشی علاقوں جو عموماً انگری کا ڈھیر بھی ہوتے ہیں میں محنت کش یا معاشرے کے پے ہوئے طبقات رہتے ہیں، کچھ آبادیاں ماحولیاتی آلوگی کی طبقاتی تسمیہ کامنہ ہوتا ثبوت ہیں۔

ماحولیاتی تبدیلی محنت کش طبقہ اور کم آمدی والے طبقے کی زندگیوں کو بہت زیادہ مشکل بنادیا ہے اور آنے والے وقت میں اس میں اور بھی شدت آئے گی۔ ماحولیاتی تبدیلی سے بارشوں کی کمی کی وجہ سے پانی کی قلت آنے سے زریعہ آپاشی متاثر ہوتا ہے اس کے نتیجے میں بحث حالات میں اگئے والی فضuloں کے تیج منگکے ہو جائیں گے جس سے چھوٹے کسانوں کی پیداوار میں مزید کمی واقع ہوگی اور انہیں اپنی زمینوں سے بے دخلیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، ایک ریسرچ کے مطابق ہندوستان میں درجہ حرارت میں ہر 1.8 °گری اضافہ اوسط 67 کسانوں کی خودکشی کا باعث بتا ہے اس بڑھتے ہوئے درجہ حرارت سے فصل کی پیداوار کے ساتھ ساتھ چھوٹے کسانوں کی اپنی ذاتی ضروریات کا پورا نہ ہونا شامل ہے، یہی وہ دھوہات ہیں جو کسانوں کے لئے نہ صرف شدید ذہنی تنازع بلکہ مادی مشکلات کا زریعہ بنتے ہوئے انہیں اپنی جان لیئے پرجہر کرتی ہیں۔

اسی طرح ایک تحقیق اور متعدد سٹڈیز کے مطابق بر صغیر اور جنوبی افریقہ ماحولیاتی تبدیلی سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ متاثر ہونے والے علاقوں میں شامل ہیں، پاکستان کا ماحولیاتی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ممالک میں ساتواں نمبر ہے۔

یہ یاد رہے کہ ماحولیاتی تبدیلی سے ہر طبقہ یا جنس ایک طرح سے متاثر نہیں ہوگی اس سے سب سے زیادہ کم آمدی والے طبقات خصوصاً کچھ گھروں کے میکن، پہاڑی علاقوں کے لوگ خاص طور پر عورتیں، دریائے سندھ کے قریب، ساتھ نہیں والے لوگ سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ پانی کی قلت اور خواراک کی عدم فراہمی بھی ایک خاص طبقے کو خاص طور پر متاثر کرتی ہے (Food Insecurity) خواراک کی عدم دستیابی سے اول سے ایک خاص طبقہ اور خاص طور پر عورتیں اور پچھے متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے علاقوں جہاں پہلے ہی لوگ (Malnutrition) غذائی قلت کا شکار ہیں وہاں بیماریوں اور غربت میں مزید اضافہ ہوگا اور چونکہ پہلے ہی ایک رسمائی علاج معالجے کی سہولیات تک نہیں ہے انکو مزید غربت کے اندر ہیروں میں دھکلیا جائے گا۔

مارکس کے مطابق انسان اور قدرت کا جدلی تعلق ہے، "جزمن آئینڈ یا لوگی" میں مارکس نے لکھا ہے، قدرت کے ساتھ انسان کا محدود تعلق انسانوں کے آپس کے تعلق کا تعین کرتا ہے، انسانوں کے درمیان کا محدود تعلق انسانوں کا قدرت کے ساتھ محدود تعلق کا تعین کرتا ہے۔ انسان کا قدرت سے تعلق صرف معاشی استھان پر مبنی ہو تو انسانوں کے آپس کے تعلقات استھانی ہو جاتے ہیں اور انسانوں کے درمیان کے استھانی تعلقات انسان اور قدرت کے تعلق کو استھانی بنا دیتے ہیں۔ معاشی فائدے کے لئے بڑے پیمانے پر قدرت کا استھان اور انسانوں کے درمیان طبقاتی استھانی تعلق اور دیگر استھانی تعلق کی وجہ بتا ہے۔

مارکس نے انسان اور زمین کے metabolic تعلق میں استھانی تعلق کی وجہ سے پہنے والے خلل (Theory of metabolic rift) کو استعمال کرتے ہوئے انسان کے زمین سے بیگانہ (alienation) ہونے والے عمل کو سمجھا ہے۔ مارکس کا استدلال ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام نے شہر اور دیہات کے فرقہ کو جنم اور تقویت دی، دیہی علاقوں کا مقصد شہروں کی غذا کی ضروریات کو پورا کرنے تک محدود ہو گیا۔ اس کی وجہ سے دیہات میں زمین اور انسان کا تعلق تبدیل ہوا اور دیہات میں قدرت اور انسان کے metabolic تعلق میں خلل (rift) آیا۔ یوں یہی خلل سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد بتا ہے اور دنیا کی آب و ہوا کو تباہی کی طرف لیکر جاتا ہے۔

باکیں بازو کی سیاست سے ماحولیاتی تبدیلی کا تعلق:

ماحولیاتی تبدیلی آج کی دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کا انسانوں پر سب سے بڑا جرہ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے پچھلے دو سو سال میں دنیا کی آب و ہوا کو خطرناک حد تک خراب کر دیا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے وجد کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ دنیا کے درجہ حرارت کے کارروائی سے پہنچتا ہے کہ صرف پچھلے 100 سال میں دنیا کے اوسط درجہ حرارت میں 0.8 °گری سنٹی گریڈ کا اضافہ اور صرف پچھلے 20 سالوں میں 0.6 °گری سنٹی گریڈ کا اضافہ رکارڈ کیا گیا ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ سے دنیا کے گلیشیر کے جنم میں کمی آئی ہے۔ ماحولیاتی سامنے اور زمین کی دوڑ میں جسکے نتیجے میں سیلاں بشدت اغتیار کریں گے، صرف یہی نہیں سرمایہ کے انبار لگانے کی دوڑ میں ان گنگت کا رخانے، گاڑیوں، کوئلے سے چلنے والی ٹرینوں سے دنیا کے ماحول کو آلوگی سے بھر دیا ہے۔ ماحولیاتی آلوگی نے نہ صرف دنیا کو کچھے کا ڈھیر بنادیا ہے بلکہ اس کی وجہ سے فضائی آکسیجن کی مقدار میں کمی واقع ہوئی ہے اور Green House Gases

بلکہ دنیا میں زندگی کی sustainability کو ناممکن بنا دیا ہے، اس وقت دنیا بھر کی بازوں کی تحریکوں کے لئے ماحولیاتی تبدیلی مرکزی حیثیت اختیار کرچکی ہے تو ضرورت اس امر کی ہے کہ عوامی و رکریز پارٹی بھی اس مسئلے کو سنجیدگی سے لے اور اپنی سیاست میں ماحولیاتی تبدیلی کے سوال کو بھی شامل کرے۔

☆☆☆☆☆

ماحولیاتی تبدیلی سرمایہ داری کی سب سے بھیساک شکل ہے جیسے اس سے پچھلے سیکشن میں بات ہوئی کہ ماحولیاتی تبدیلی کا سب سے زیادہ اثر منبت کش طبقہ پر ہوتا ہے اور مستقبل میں مزید گھنیں ہو گا اس نے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موجودہ دور میں ماحولیات اور اس سے وابستہ تباہ کاریوں کو باسکیں بازوں کی سیاست میں مرکزی اہمیت دی جائے کیونکہ ماحولیاتی تبدیلی اس بات کا منہ بولتا ہوتا ہے کہ سرمایہ داری نظام نے نصف مخصوص طبقات سے جیسے کا حق چھین لیا ہے

ایک نظر

(اس عنوان کے تحت ہم عوامی و رکریز پارٹی کی ملک بھر میں جاری سیاسی و سماجی سرگرمیوں کا جائزہ لیں گے)

ترتیب و تدوین: عبدالشکیل فاروقی

سیاسی و سماجی سرگرمیاں:

☆ عوامی و رکریز پارٹی خیر پختون خواہ نیشنل کمیٹی کا اجلاس مورخہ 29 اکتوبر کو نیئر میں منعقد ہوا جس میں پارٹی کے مرکزی صدر جناب فانوس گجرنے خصوصی شرکت کی، اجلاس میں 2018 میں ہونے والے عام انتباہات اور دیگر تنظیمی امور پر بحث کی گئی۔
☆ نیشنل کمیٹی سرائیکی سیب کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت نفر اقبال چوہدری، مورخہ 29 اکتوبر کو منعقد ہوا جس میں خانیوال، وہاڑی، بہاؤ لنگر، رجمی یارخان، اور ڈیرہ غازی خان سے کمیٹی کے اراکین نے شرکت کی۔

☆ عوامی و رکریز پارٹی کراچی کا ایک اہم تو سیمی اجلاس مورخہ 15 اکتوبر کو منعقد ہوا جس میں 22 اکتوبر کو منعقد ہونے والے بالشوک انقلاب کے حوالے سے تقریب کو آخري شکل دی گئی۔

☆ عوامی و رکریز پارٹی لاڑکانہ کا ایک اہم اجلاس مورخہ 14 اکتوبر کو نصیر آباد میں منعقد ہوا جس کی صدارت ضلعی صدر کارمیر یڈڈو والقار بروہی نے کی، اجلاس میں ضلعی کمیٹی کے گیارہ اراکین نے شرکت کی جس میں کئی اہم فیصلے لئے گئے۔

☆ مورخہ 27 اکتوبر کو پروگریسوٹھ فیڈریشن کے ساتھیوں نے حیدر آباد پر لیس کلب کے سامنے ایک مظاہرے میں شرکت کی، جس کا اہتمام سندھ شاگرد تحریک نے کیا تھا، مظاہرے میں قائد اعظم یونیورسٹی کے طلباء کی گرفتاری کے خلاف اور طلباء یونیون کی بحالی کے حق میں مطالبے کئے گئے۔

☆ مورخہ 23 اکتوبر کو جموں کشمیر عوامی و رکریز پارٹی کے زیر اہتمام یوم سیاہ منایا گیا جس کے دوران احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے 22 اکتوبر 1947 کے روز ریاست جموں کشمیر پر قائمی یلغار اور قبضے کے خلاف احتجاج کیا گیا مظاہرے کی مناسبت سے ایک بیان میں کہا گیا کہ

تعلیم و تربیت

☆ ناری جمہوری محاذ (WDF) کے پلیٹ فارم سے مورخہ 26 اکتوبر کو جامشورو میں ایک مطالعاتی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں خواتین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، نشست میں سائمن کی ”میں فہمنٹ ہوں“ پر گفتگو کی گئی۔

☆ ناری جمہوری محاذ (WDF) کے پلیٹ فارم سے مورخہ 22 اکتوبر کو نصیر آباد میں ایک مطالعاتی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں ان تمام امور اور مشکلات پر گفتگو کی گئی جن کا سامنا ایک عورت کو اپنی زندگی میں روزانہ کرنا پڑتا ہے۔

☆ ناری جمہوری محاذ (WDF) کے پلیٹ فارم سے مورخہ 22 اکتوبر کو قاسم آباد (حیدر آباد) میں ایک مطالعاتی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں محاذ کے ممبران خواتین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، نشست میں کرس ہرمن کی کتاب A Peoples history of the world کام طالع کیا گیا۔

☆ عوامی و رکریز پارٹی بدھا یونٹ میں پندرہ روزہ مطالعاتی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں کامریٹ واحد کنڈھرو نے سرمایہ داری اور اس کی انتہائی شکل سامراجیت پر گفتگو کی گئی۔

☆ 15 اکتوبر کو عوامی و رکریز پارٹی لاڑکانہ کی جانب سے ہفتہ وار مطالعاتی نشست اور کامریٹ چی گویرا کی پچاسویں برسی پر ایک بیٹھک کا اہتمام کیا گیا جس میں سبط حسن کی کتاب موسیٰ سے مارکس پر گفتگو کی گئی۔

☆ 22 اکتوبر عوامی و رکریز پارٹی حیدر آباد آفس میں ”قوم کیا ہے، ریاست کی ضرورت اور میں الاقوامی قومی مراحمت کے موضوع پر ایک مطالعاتی نشست منعقد کی گئی۔

☆ عوامی و رکریز پارٹی نے 23 اکتوبر کو جامشورو میں پندرہ روزہ مکالماتی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں کتاب Story of Philosophy کام طالعہ کیا گیا۔

”سوال“

خدا نے برتر
تیری زمیں پر
جو کچھ ہے تو ہے،
تیری مشیدت و لفظ اول
کے جس کا آخر تو آپ ہی ہے
تو ایسا رازق ہے جس کے دستِ عطا سے
پھر میں بند کیڑے کی زندگی ہے
تجھے یقیناً علم ہو گا
تیری زمیں پر
کچھ ایسی بدجنت بستیاں بھی ہیں جن کے باسی
تیری توجہ کے خواب قریب میں جی رہے ہیں
تیری توجہ کا خواب قریب
جہاں اندر ہیرا ہی روشنی ہے
جہاں کروڑوں سیاہ پیلے نجیف بچ
شکم کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں
اور اپنی سہی اُداس ماوں کے خشک سینوں سے
بھوک پیتے ہیں
کہ جنکے مردوں کی ساری دولت فقط پسینہ ہے
جس کے بد لے وہ زندہ رہنا خریدتے ہیں،
مجھے بتا ان گرسنے نسلوں کا جرم کیا جا ہے
یہ کس سے اپنے گناہ پوچھیں
جو اپنے رستے سے بے خبر ہیں
وہ کس طرح تیری راہ پوچھیں؟

شاعر: امجد اسلام امجد

22 اکتوبر ہی وہ دن تھا جس دن پاکستان سے کشمیر میں داخل ہونے والے قبائلیوں نے معصوم کشمیریوں کا قتل عام کرتے ہوئے ریاست کی تقسیم کی بنیاد رکھی اور ہندوستان کو موقع فراہم کیا کہ ریاست کے ایک حصے پر قابض ہو سکے۔

☆ عوامی و رکرز پارٹی لاہور اور PTFU کے زیر اہتمام 15 اکتوبر کو مزدوروں کے مسائل، ان کے حل اور حقوق کے حصول کے لئے لیبر کالونی میں ایک جلسے کا انعقاد کیا۔

☆ عوامی و رکرز پارٹی بدھائیونٹ کی جانب سے مورخ 19 اکتوبر کو کامریڈی ٹائم شاکر، اور کامریڈ غلام حسین لغواری، کے انتقال پر ایک تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت سیکریٹری بدھائیونٹ کامریڈ منور سندھیو نے کی، ریفرنس سے کامریڈ اثر امام، کامریڈ شکھار ناری، کامریڈ محبوب پیزادہ نے خطاب کرتے ہوئے دونوں کامریڈز کی زندگی اور ان کی سیاسی جدوجہد پر درشنی ڈالی، ریفرنس میں پروگریسو نو جوانوں اور سیاسی کارکنوں نے کیش تعداد میں شرکت کی۔

داس کیپٹل اور اکتوبر انقلاب پر تقریبات

کیونکہ اور رکرز پارٹیوں کی بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ ویت نام 2016 اور عوامی و رکرز پارٹی کی فیڈرل کمیٹی کے فیصلوں کے مطابق کارل مارکس کی معراکتہ الارا کتاب ”داس کیپٹل“، کی ڈیڑھ سو سالہ اور سوویت سو شلسٹ انقلاب اکتوبر 1917 کی سو سالہ تقریبات عوامی و رکرز پارٹی کی طرف سے ملک کے تمام بڑے شہروں میں منائی گئیں اور ابھی بھی منائی جا رہی ہیں، اس سلسلے میں بڑی بڑی تقریبات کرپی، حیدر آباد، ساکھر، لاڑکانہ، لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد، اور اسلام آباد میں منعقد کی گئیں، جبکہ ملتان، پشاور، کوئٹہ، میں انکے انعقاد کا پروگرام تکمیل دیا جا رہا ہے جو اس سال کے اختتام سے پہلے منعقد ہو گی۔ ان منعقد کے گئے سینماز اور تقریبات میں داس کیپٹل، اور مارکسزم کیا ہے اور آج کے دور میں انکی اہمیت، مارکسزم اور فردی آزادی، مارکسزم اور فیکٹریزم، بالشوک اکتوبر انقلاب، حاصلات، بین الاقوامی طور پر اثرات، اکتوبر انقلاب کے ادب اور ثقافت پر اثرات، ہمارے سماج میں قومی، صنفی، مذہبی مسائل اور برابری اور سکیپول رازم کی جدوجہد، سوویت یونین کا انہدام، اسباب اثرات و اسپاک، گولبل سرمایہ داری اور اسکی پورا رازم کی جدوجہد، سوویت یونین کا انہدام، آج کے حالت میں قابلی جائزہ اور پاکستان میں باعثیں بازو کی سیاست کے موضوعات خصوصی طور پر زیر بحث رہے اور ان موضوعات پر عوامی و رکرز پارٹی کے رہنماؤں اور دیگر مارکسی اور باعثیں بازو کے ادیبوں اور دانشوروں نے مقامے پڑھے۔

☆☆☆☆☆

چینی کمیونسٹ پارٹی

19 ویں کانگریس

تحریر: صباح الدین صبا

ویزو یلا، ایکواڈر، بولیویا اور برزیل میں جمہوری ذرائع سے برصغیر آنے والوں نے تحریر کیے۔ جس میں موجود سماراج مختلف روحانی اور عام آدمی کی حالت، بہتر بنانے کا جذبہ قابل ستائش ہے۔ تاہم نکورہ ملکوں میں یہ ورنی و اندر ورنی سازشوں کو ناکام بنانا اب تک ممکن نہیں ہو سکا ہے۔ یہ اور ایسے متعدد اصلاحی روحانات مارکسزم کی بنیادی تعلیمات کے فنی کرتے ہیں اور اکثر انحراف کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسری جانب 88 ملین ارکان پرشیل چینی کمیونسٹ پارٹی نے ماکرسزم کی بنیادی تعلیمات کے اندر رہتے ہوئے مسائل کا حال تلاش کرنے کی سعیدہ کوششیں کیں۔ جدید چین کے بانی اور یمن الاقوای پرولتاریہ کے عظیم رہنماؤں سے تنگ ماڈزے نے پارتی اسکول میں چار الفاظ ادا کیے تھے۔ (Seek thruth form fact) شیکنا لوچی کے انقلاب نے انسانی ذہن پر نظریے کی گرفت کو یقیناً کمزور کیا تھا اور ایسی صورت میں ماکار کہنا کہ سچائی حقائق سے حاصل کرو۔ ایک سائنسی نداز فکر کو آگے بڑھانے میں مدد گار ثابت ہوا۔ چینی کمیونسٹ پارٹی نے ماؤ کے ان چار الفاظ کی روشنی میں عقلیت پسندانہ روتی اختیار کیا۔ مارکسزم کی نہایت اہم تھیار تقدیم اور خود تقدیم کو پوری طرح بروئے کار لایا۔ انہوں نے اس بات کو محض کیا کہ پیداواری قوتوں کو ترقی دیئے بغیر سو شلست معاشرہ آگئیں بڑھ سکتا ہے۔ ڈینگ نے بالکل دست کہا کہ سو شلست کو معیشت کے شعبے میں اپنی برتری قائم کرتی ہوگی۔

یہ گ پا یہ گ نے سو شلست منڈی کی معیشت متعارف کرائی اصلاحات اور کھلے پن کے نتیجے میں پیداواری قوتوں کی ترقی کا مقدمہ تو حاصل ہوا۔ چین نے جیلان کن معماشی ترقی حاصل کی۔ لیکن منڈی کی معیشت پر کنٹرول کا فقدا، سرمایہ داری کے بڑھتے ہوئے اثرات نے چینی معیشت میں توازن کو بگاڑ دیا۔ چین میں بازو کے متعدد دانشوروں کی طرف سے ترمیم پسندانہ روحانات کے خلاف تحریک زور پکڑتی گئی۔ یہاں تک کہ ٹینگ سے پہلے کے دور کی طرف واپسی کا مطالبہ بھی شروع ہو گیا۔ ہون تاؤ اور وین جیا باونے اقتدار سنبھالنے کے بعد سماجی و اقتصادی معاملات میں توازن پیدا کرنے کی کوشش شروع کیں۔ ایک نیا تصور متعارف کرایا گیا ہے۔ سائنسی ترقی کا تصور (Scientific Development Concept) قرار دیا گیا۔ صدر رژی چنگ پنگ نے منڈی کی معیشت کے آزادانہ فروغ سے پیدا ہونے والی خامیوں

سوویت یونین کے انهدام اور مشرقی یورپی ملکوں میں سو شلست حکومتوں کے ختم ہو جانے کے بعد ایک طرف امریکی سامراجی اور اس کے حواریوں نے تاریخ ختم ہو جانے، سو شلست کی شکست اور سرمائے داری نظام کی حقیقی فتح کے بلند و بانگ وعدے کیے، ساتھ ہی انہوں نے سو شلست کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کر دیا، رد انقلاب کی لہر پولینڈ سے سوویت یونین تک تمام سو شلست حکومتوں کو بھاگ لے گئی، لیکن اب بھی چند ممالک رہ گئے، جنہوں نے سو شلست تعمیر کا جھنڈا سر بلند رکھا۔

ان میں سے ایک عوامی جمہوریہ چین ہے جو خود دنیا کی کل آبادی کا پانچوں حصہ ہے، ایک ارب 30 کروڑ کی آبادی والے ملک نے سرخ پرچم کو تھامے رکھا اور اس طرح دنیا کی ایک بڑی آبادی نے سو شلست کی حمایت جاری رکھی، چین کے علاوہ دیت نام، شمالی کوریا، لاوس اور کیوبا نے بھی سو شلست کی تعمیر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا، 20 ویں صدی کے اوآخر میں ایک بڑا واقع شیکنا لوچی کے انقلاب کا ہے جس نے انسانی رویے کو انتہائی متاثر کیا، یہ ایک حقیقت ہے کہ سو شلست ممالک نے عام طور پر شیکنا لوچی کی ترقی سے بھر پور استفادہ نہیں کیا جس کے باعث ان کی تیز رفتار ترقی ایک خاص رح پر پہنچ کر ناٹھ دع ہو گئی، اس کے مقابلے میں غالی سرمایہ داری نظام نے شیکنا لوچی سے بھر پور استفادہ کیا، ان کے منافع اور قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا، سو شلست ملکوں میں پیدا ہونے والے جبود کو سمجھئے اور توڑنے کے لئے جس غلیقی صلاحیت کی ضرورت تھی سو شلست معاشرہ وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ اس سے محروم ہوتا چلا گیا۔

دنیا بھر کے سو شلستوں میں ما یوی چینیں گی، 20 ویں صدی کے سو شلست تجزیوں کا درست تجربہ کرنے، اپنی خامیوں کی نشاندہی کرنے اور ان کا حل تلاش کرنا مشکل اور یہ یہ کام ہے۔

بعض حلقوں میں اکیسویں صدی کی سو شلست کا تصور پیش کیا گیا، یہ تصور جرمن دانشور ہنڑڈیٹریچ (Heinz Dietrich) سے ماحوش ہے، سامراج مختلف عناصر میں بعض نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آزاد منڈی کی سرمایہ داری کے ساتھ ساتھ سو شلست بھی انسان کو درپیش مسائل مثلاً غربت، بھوک، استھصال وغیرہ کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہی ہے، ان عناصر کے خیال میں اختیارات کی مرکزیت کو ختم کرنے اور مشاورتی منصوبہ بندی کے عمل کو فروغ دینا ضروری ہے،

ایک پرلیس کا نفنس میں گذشتہ پانچ سال کے دوران اقتصادی و سماجی شعبے میں کارکردگی پر رoshni ڈالی، انہوں نے کہا کہ ہم نے ایسی ترقی کو اختیار کیا جس میں عوام اور عوامی معاواد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شہری اور دینی علاقوں میں متوازن ترقی پر توجہ دی۔ زوال پذیر عالمی معیشت میں ادنیٰ بہتری کے مقابلے میں چین نے گذشتہ چار سال کے دوران 7.2 فیصد سالانہ شرح ترقی ریکارڈ کرائی۔ 2016ء میں چین کی اوسمی اقتصادی اصلاحات 74 ٹریلین میں تک پہنچ گئی 2012ء میں 52 ٹریلین ڈالر تھی۔ رواں سال میں ہم 6.5 فیصد ترقی پر ہبھ حاصل کر لیں گے۔ چین عالمی معیشت کے 15 فیصد نمائندگی کرتا ہے اور سالانہ 30 فیصد کی شرح سے عالمی ترقی کا سب سے بڑا کٹھری یورپ ہے۔ جہاں تک عوام کی زندگی کا تعلق ہے ہم نے روزگار اور انسداد غربت کے شعبوں میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہے۔ گذشتہ چار سالوں میں ہم نے ہر سال 13 ملین شہری ملازم بیدا کیے۔ جبکہ اس سال کے پہلے 9 میلیوں میں یہ تعداد 10.97 ملین ہے۔ انسداد غربت کے سلسلے میں ہم میں گذشتہ چار سال کے دوران 55 ملین افراد کی غربت کی سطح سے اور اٹھایا جائے گا۔ علاوه ازیں 5.8 ملین افراد کو غیر مناسب مقامات سے مناسب جگہوں منتقل کیا۔ صرف کیونٹ پارٹی آف چائین کی قیادت میں اور سو شلسٹ نظام کے تحت ہی ہم نے یہ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ جدید چین کے بانی اور ہمین الاقوامی پروتاریہ کے عظیم استاد ماو ڈنگ نے کہا تھا ”ایک بار چین کا مقصود عوام کے ہاتھ آجائے پھر چین مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کی مانند روئے زمین کے کونے کو نے کے منور کرے گا“، اور اب چینی صدر اور چینی کیونٹ پارٹی کے جزل سیکریٹری ڈی جن پنگ نے سی پی سی کی 19 ویں قومی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے ماہ کے خواب کو تعبیر دے دی ہے ان کا کہنا ہے کہ:

"Chinahas stood up grown sich and become strong it

now embraces. the brilleint prospect of rejuvenation"

”چین کھڑا ہو گیا، چین معاشی طور پر مستحکم ہے۔ چین ایک مضبوط ملک ہے اور یا اپنے احیاء نوکی طرف رواں دواں ہے“، چینی کیونٹ کی 19 ویں قومی کانگریس 18 اکتوبر 2017ء کو یہیگ کے عوامی ہال میں شروع ہوئی جو تقریباً ایک ہفتہ جاری رہی۔ دنیا بھر کے میدیا خاص طور سے مغربی ذرا رکح ابلاغ کی توجہ ساری کانگریس پر مکروز رہی۔ چینی کیونٹ پارٹی کی قومی کانگریس عالم طور پر اگلے پانچ سال کا لائچہ عمل پیش کرتی ہے۔ لیکن اس کانگریس کی منفرد اہمیت اس ہو والے سے ہے کہ اس نے 2050ء تک کے نیاباں اہداف کا نشانہ ہی کی ہے۔ کانگریس میں ڈی جن پنگ نے اپن ساڑھے تین گھنٹے کی تقریر میں گذشتہ پانچ سال کی شاندار کارکردگی بیان کرنے کے علاوہ آئندہ کی حکمت عملی پیش کرتے ہوئے چینی خصوصیات کی حامل سو شلزم کے ایک منعہ عہد میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔ انہوں نے ماہ کی طرح چینی معاشرے کی بنیادی تضاد کی نشانہ ہی کرتے ہوئے اگر بڑھنے کے عزم کا اعادہ کیا۔ ڈی جن پنگ کے مطابق آج کے چینی معاشرے کا بنیادی تضاد غیر متوازن ترقی اور عوام کی روز افزوں ضروریات کے مابین ہے۔ لہذا چینی

خاص طور سے غریب اور امیر کے درمیان فرق، دیہات اور شہر کے درمیان فرق اور کرپشن جیسے مسئلے پر کھل کر موقوف اختیار کیا۔ انہوں نے ڈینگ سے قبل کے نظری جو دیے ہیں کی انکار کیا اور ترمیم پسند مجانات کو بھی مسزد کیا اور درست لائن اختیار کرنے کی غرض سے ماہ کی تعیمات کے مطابق عوامی لائن اصلاحی ہم کا آغاز کیا۔ جس کے تحت سینکڑوں اعلیٰ سرکاری افسران اور پارٹی حکام کو کرپشن میں ملوث پرسزا میں دی جا چکی ہیں۔ کثیر الاقوامی کمپنیوں کے خلاف مقامی قوانین کی خلاف ورزی پر کارروائیاں بھی جاری ہیں۔ ڈی جن پنگ نے دو ٹوک انداز میں اعلان کیا کہ ہر طرح کی اصلاحات قبول نہیں کی جائیں گی صرف ایسی اصلاحات کی جائیں گی جو سو شلزم کی تعمیر میں ہمیں آگے بڑھاتی رہیں۔ 2012ء میں چینی کیونٹ پارٹی کی 18 ویں کانگریس میں پارٹی کا جزل سیکریٹری منتخب ہونے کے بعد سے ڈی جن پنگ نے چینی خصوصیات کی حامل سو شلزم کی تعمیر معاشرتی ترقی اور نظری ارتقاء پر مساوی توجہ دی اور گذشتہ پانچ سال کے دوران مقررہ اہداف کو پورا کرنے میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ ڈی جن پنگ کی قیادت میں ترقیاتی منصوبوں پر عملدرآمد کے ساتھ ساتھ خود پارٹی تعمیر پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 18 قومی کانگریس کے مقابلے میں 19 ویں کانگریس کے مندو بین میں کارکنوں اور خواتین کے تقابلے میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ 19 ویں کانگریس کے لئے پیداواری اور صنعتی شعبے سے تعلق رکھنے والے 771 مندو بین منتخب کیے گئے جو گذشتہ کانگریس کے مقابلے میں 3.2 فیصد زائد ہے۔ ان میں 198 مزدور 85 کسان اور 283 ٹینکل اسٹاف سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواتین اور سانی اقیتوں کے نمائندگی میں بھی اضافہ ہوا۔ خواتین مندو بین کی تعداد کل 24.1 فیصد جبکہ سانی اقیتوں کی نمائندگی کرنے والوں کا تقابلے 11.5 فیصد پہنچ گیا ہے۔ 19 کانگریس کے کل مندو بین 72287 تھے جن کی اوسط عمر 51.8 سال ہے۔ جو 18 ویں کانگریس کے مقابلے میں تقریب 2 سال کم ہے۔ ان میں سے 70.6 فیصد 55 سال سے کم عمر ہیں۔ مرکزی کمیٹی کی ایک بیان کے مطابق 2009ء میں منو بین ایسے ہیں جنہوں نے 1978ء کے بعد کیونٹ میں شمولیت اختیار کی۔ اور ان میں سے 416 جنوری 2000ء کے بعد پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ پارٹی کے لئے تولیت اور وابستگی نسل میں منتقل ہو رہی ہے۔ پارٹی کارکنوں اور اساتذہ کا کہنا ہے کہ ہر سطح پر پارٹی بلڈنگ کے حوالے سے سرگرمیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ پارٹی کمیٹیوں کے اجلاس تو اتر سے منعقد ہو رہے ہیں۔ اسیڈی گروپوں کے انعقاد اور پارٹی ڈیپلین پر عملدرآمد خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔

چینی کیونٹ پارٹی کی 19 ویں کانگریس سے قتل چینی صدر اور سی پی سی کے جزل سیکریٹری ڈی جن پنگ نے ایک گروپ اسیڈی ڈیپلین سے خطاب کیا جس میں پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے پوسٹ پیورو کے ارکان نے شرکت کی۔ ڈی جن پنگ نے ایک بار پھر مارکسزم کے ساتھ پہنچتا وابستگی کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ ماکسیم نے ایک آفاقی سچائی سے طور پر غیر معمولی وقت اور وسعت کا مظاہرہ کیا ہے اور آج بھی دنیا کو سمجھنے اور اسے تبدیل کرنے کی بے پناہ صلاحیت کی حامل ہے۔ چینی کیونٹ پارٹی کے نیشنل ریفارم ایڈڈول پمنٹ کمیشن کے حکام نے

کیونٹ پارٹی کی تمام ترقیاتی اقتصادی توازن قائم کرنے پر ہے گی۔ ڈی جن پنگ کے اعلان کردہ منصوبے کے مطابق چین 2021ء تک ہر اعتماد سے خوشحال ملک ہو گا اور سو شلسٹ جدت کاری کا عمل 2050ء تک مکمل کر لیا جائے گا۔ اس وراثن فی کس آمدن 20,000 سے 30,000 ڈالر تک ہو جائے گی۔ اس حوالے سے چین 2035ء تک امریکہ سے آگے نکل جائے گا۔ ڈی جن پنگ نے کہا کہ تیز رفتار ترقی کے نتیجے میں بیدا ہوانے والی معماشی خلیج دریا پا تو ازان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ لہذا غربت کے خاتمے کی مربوط کاؤنٹیں کیجاں گی اور چند سالوں میں غربت کو مکسر ختم کر دیا جائے گا۔ ہم الاقوامی برادری کے ساتھ چین کے تعلقات اور رابطے کی نویعت ماضی ترقی میں مغرب کی قوتیں کے رویے سے قطعی مختلف ہیں۔ نیولرل اقتصادی و سیاسی تو این اور اقتدار پر مبنی عالمگیریت کے رکھ ڈی جن پنگ نے عالمی تعلقات کا ایک نیا تصور متغیر کرایا ہے جو گلکوں اور قوموں کے درمیان وسیع مواصلاتی رابطے کی بنیاد پر ہو اور جو قومی خود مختاری کو ممتاز نہ کرتا ہو۔ وہ مشترکہ مستقبل کی حامل عالمی برادری کی تشکیل کی بات کرتے ہیں۔ چین رہنمائے مغرب چہاریت کی تقلیل نہ کرنے کا ایک بار پھر اعلان رتے ہوئے کہا کہ عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق مارکسزم کی تفہیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مارکسزم کی تعلیمات کا چین کے ٹھوس حقائق پر تخلیقی اطلاق کر کے چین 21 ویں میں انتہائی مؤثر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے شریک اخبار ولڈ پوسٹ میں چینی کیونٹ پارٹی کی 19 ویں قومی کانگریس کے بارے میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں کہا گیا ہے کہ ”پارٹی“ کے شامدار ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ڈی جن پنگ اور دنیا کو ہتھ طور پر تبدیل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ بکس: عالمی جمہوریہ چین کے صدر اور چینی کیونٹ پارٹی کے جزل یکریزی ڈی جن پنگ نے مارکسزم کی درست تفہیم حاصل کرنے اور اسے سنجیدگی سے فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں میں چینی کیونٹ پارٹی کی 19 ویں قومی کانگریس سے قبل ایک گروپ اسٹیڈی سیشن سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ جس میں سی پی سی کی مرکزی کمیٹی کے پولٹ یور کے ارکانے شرکت کی۔ انہوں نیکیا کہ مارکسزم نے ایکچھی کے طور پر غیر معمولی قوت اور وسعت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور وہ آج بھی دنیا کو سمجھنے اور اسے تبدیل کرنے اور سماجی ترقی میں بے مثال صلاحیت کی حاصل ہے۔ ڈی جن پنگ نے کہا کہ اس میں شپنگیں کہ وقت تیزی سے بدل رہا ہے اور معماشہ ترقی کر رہا ہے۔ لیکن مارکسزم کی بنیادی تعلیمات آج بھی درست اور متعلق ہیں۔ اگر مارکسزم سے انحراف کرتے ہیں یا اسے اٹھا کر کھینچتے ہیں تو ہماری پارٹی اپنی روح سے محروم ہو جائے گی۔ اور سمٹ کھو بیٹھے گی۔ ڈی جن پنگ نے کہا کہ مارکسزم کے رہنمایانہ کردار کو سر بلند رکھنے کے بنیادی سوال پر میں پختہ اعتقاد برقرار رکھنا ضروری یہ اور کسی وقت اور کسی بھی حالت میں ہمارا اعتقاد متزلزل نہیں ہونا چاہیے۔ عوامی جمہوریہ کے قیام کے بعد سے چین نے متعدد تبدیلوں کا تجربہ کا ہے۔ خاص طور سے چینی اصلاحات اور کھلے پن کے بعد لہذا چینی عوامی تاریخی تجربے اور اقتصادی ترقی کے تو این کے بارے میں رائے رکھنے کی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور مارکسزم کی ترقی میں اہم کردار



سجاد ظہیر کی

”لندن کی ایک رات“ سے ایک اقتباس

روہانیت کے دو معنی ہو سکتا ہے ایک تومادیت کے برخلاف یعنی مادی چیزوں کی پرواہ نہ کرنا، دین داری، خدا پرستی، آخرت کی باتوں کو دنیاوی چیزوں پر ترجیح دینا اور دوسرے معنی روہانیت کے کیا ہیں؟ میں نے پوچھا!

دوسرے معنی روہانیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ کہ اس دنیاوی زندگی میں لائق، ہوس، دوسروں کو جبر و ظلم کرنے کی طاقت، جہالت، بدعقلی، بد دیانت داری کو ختم کرنا اور زندگی کے سوئے ہوئے نغموں کو جگانا، جن کے سننے کے لئے ہمیں ایک بڑا دل، ایک بے دار دماغ اور ایک تند رست دماغ چاہیے۔



کے حامل ہیں۔ ڈی جن پنگ نے کہا کہ سی پی سی کو مارکسزم کی بنیادی تعلیمات کا آج کے چین کے ٹھوس میں حقائق پر تخلیقی اطلاق کرنا چاہیے۔ اور دیگر تبدیلوں کی کامیابیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ڈی جن نے پارٹی کا کرنوں پر زور دیا کہ وہ معاصر سماجی داری اور اس کے جو ہر اور ساخت کا بھی مطالعہ کریں۔ سی پی سی کو چینی خصوصیات کی حامل سو شلزم کو ترقی دینے کی کاؤنٹیں جاری رکھنے چاہئیں۔ چین کے قومی وقار کو مسلسل بڑھاتے رہنا اور چین کے سو شلسٹ نظام کے فوائد اور برتری کا مکمل مظاہرہ کرنا چاہیے۔

کیونٹ پارٹی کی تمام ترقیاتی اقتصادی توازن قائم کرنے پر ہے گی۔ ڈی جن پنگ کے اعلان کردہ منصوبے کے مطابق چین 2021ء تک ہر اعتماد سے خوشحال ملک ہو گا اور سو شلسٹ جدت کاری کا عمل 2050ء تک مکمل کر لیا جائے گا۔ اس وراثن فی کس آمدن 20,000 سے 30,000 ڈالر تک ہو جائے گی۔ اس حوالے سے چین 2035ء تک امریکہ سے آگے نکل جائے گا۔ ڈی جن پنگ نے کہا کہ تیز رفتار ترقی کے نتیجے میں بیدا ہوانے والی معماشی خلیج دریا پا تو ازان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ لہذا غربت کے خاتمے کی مربوط کاؤنٹیں کیجاں گی اور چند سالوں میں غربت کو مکسر ختم کر دیا جائے گا۔ ہم الاقوامی برادری کے ساتھ چین کے تعلقات اور رابطے کی نویعت ماضی ترقی میں مغرب کی قوتیں کے رویے سے قطعی مختلف ہیں۔ نیولرل اقتصادی و سیاسی تو این اور اقتدار پر مبنی عالمگیریت کے رکھ ڈی جن پنگ نے عالمی تعلقات کا ایک نیا تصور متغیر کرایا ہے جو گلکوں اور قوموں کے درمیان وسیع مواصلاتی رابطے کی بنیاد پر ہو اور جو قومی خود مختاری کو ممتاز نہ کرتا ہو۔ وہ مشترکہ مستقبل کی حامل عالمی برادری کی تشکیل کی بات کرتے ہیں۔ چین رہنمائے مغرب چہاریت کی تقلیل نہ کرنے کا ایک بار پھر اعلان رتے ہوئے کہا کہ عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق مارکسزم کی تفہیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مارکسزم کی تعلیمات کا چین کے ٹھوس حقائق پر تخلیقی اطلاق کر کے چین 2021 ویں میں انتہائی مؤثر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے شریک اخبار ولڈ پوسٹ میں چینی کیونٹ پارٹی کی 19 ویں قومی کانگریس کے بارے میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں کہا گیا ہے کہ ”پارٹی“ کے شامدار ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ڈی جن پنگ اور دنیا کو ہتھ طور پر تبدیل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ بکس: عالمی جمہوریہ چین کے صدر اور چینی کیونٹ پارٹی کے جزل یکریزی ڈی جن پنگ نے مارکسزم کی درست تفہیم حاصل کرنے اور اسے سنجیدگی سے فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں میں چینی کیونٹ پارٹی کی 19 ویں قومی کانگریس سے قبل ایک گروپ اسٹیڈی سیشن سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ جس میں سی پی سی کی مرکزی کمیٹی کے پولٹ یور کے ارکانے شرکت کی۔ انہوں نیکیا کہ مارکسزم نے ایکچھی کے طور پر غیر معمولی قوت اور وسعت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور وہ آج بھی دنیا کو سمجھنے اور اسے تبدیل کرنے اور سماجی ترقی میں بے مثال صلاحیت کی حاصل ہے۔ ڈی جن پنگ نے کہا کہ اس میں شپنگیں کہ وقت تیزی سے بدل رہا ہے اور معماشہ ترقی کر رہا ہے۔ لیکن مارکسزم کی بنیادی تعلیمات آج بھی درست اور متعلق ہیں۔ اگر مارکسزم سے انحراف کرتے ہیں یا اسے اٹھا کر کھینچتے ہیں تو ہماری پارٹی اپنی روح سے محروم ہو جائے گی۔ اور سمٹ کھو بیٹھے گی۔ ڈی جن پنگ نے کہا کہ مارکسزم کے رہنمایانہ کردار کو سر بلند رکھنے کے بنیادی سوال پر میں پختہ اعتقاد برقرار رکھنا ضروری یہ اور کسی وقت اور کسی بھی حالت میں ہمارا اعتقاد متزلزل نہیں ہونا چاہیے۔ عوامی جمہوریہ کے قیام کے بعد سے چین نے متعدد تبدیلوں کا تجربہ کا ہے۔ خاص طور سے چینی اصلاحات اور کھلے پن کے بعد لہذا چینی عوامی تاریخی تجربے اور اقتصادی ترقی کے تو این کے بارے میں رائے رکھنے کی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور مارکسزم کی ترقی میں اہم کردار